دیارِ رُخصت
اُمِ رومان احمد

السلام علیکم

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842

دیارِ رخصت

از

اُمِ رومان احمد

پیش لفظ

اس کہانی کو میں نے اپنی زندگی کے سب سے سنگین کرائیسس کے دوران لکھا.

ایک ایسے وقت کے دوران جب میرے ہاتھوں سے بہت قیمتی احساس۔۔۔بہت قیمتی کوئی اپنا جیسے چھین لیا جارہا ہو۔۔۔مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا کہ کھو دینے کے خوف میں جینے والوں سے جیا نہیں جاتا۔

www.novelsclubb.com

فی امان اللہ۔

بقلم: اُمّ رومّان احمد

آغازِ کہانی۔۔۔۔

ان حویلیوں کی یہی شان ہے کہ ذرا چراغاں کیا جائے تو دور تلک یہ پورے قد و قامت کے ساتھ چمکتی دمکتی نظر آتی ہیں۔

ہندوستان کے نوابوں کا شہر بھوپال جہاں کی مشہور بڑی مسجد کے ذکر سے کون نہیں واقف، وہی پاس میں تعمیر شدہ نوابوں کی اس حویلی کا بھی رات کے اس پہر کچھ ایسا ہی سماں تھا۔

برقی قمقموں سے سجی ہرے بھرے سبزہ زار سے گھری یہ لال حویلی یہاں کے بڑے نواب حسین علی کا قیمتی ورثہ ہے جہاں اب اُن کے دو بیٹوں مصطفی علی اور سکندر علی کا گھرانہ بھی آباد ہے۔

اس شہر کی سب سے خاص بات ہے یہاں کی پرانی روایات جہاں آج بھی آباد نواب خاندانوں کا یونہی شاہی انداز میں احترام واستقبال کیا جاتا ہے۔

جشن اگر حویلی میں ہوتا ہے تو جشن کا سماں اس پورے شہر پر چھایا ہوا نظر آتا ہے۔

بیرونی حصہ مکمل طور پر سرخ اینٹوں سے بنے ہونے کے باعث اس حویلی کو یہاں کے مقیم لال حویلی کا لقب دینے لگے تھے۔

وقت بھی رات کا تھا اور کچھ دیے اور چراغوں سے سجائی گئی اس لال حویلی سے برستے رنگ ونور کی آب وتاب۔آس پاس کے باغات میں ننھے ننھے جگنوؤں کی پرنور جگمگاہٹ اور اندر مین ہال میں ہوتے مہندی کے جشن کی پررونق فضا۔

ہر سو اک سحر سا چھایا ہوا تھا

www.novelsclubb.com

مگر۔۔۔۔

اس حویلی کے پچھلے صحن کے پار تاریکی میں ڈوبے زینوں پر آج بھی وہی کیفیت طاری تھی۔

وہی اندھیرا۔

وہی یاسیت۔

وہی خاموشی اور وہی تاریک اُداسی۔

برسوں پہلے اس حصے کو لگے کواڑ اب تک نہیں کھلے تھے، اور نجانے پھر کبھی۔۔۔

''زاہد یہ جنریٹر یہی رکھوا دو۔ ضرورت پڑنے پر یہی سے منگوا لینا۔'' صد حیرت کے بلآخر سالوں بعد اس تاریک و بے جان حصے میں کسی بارُعب مردانہ آواز نے جان ڈال ہی دی۔

ٹارچ ہاتھ میں تھامے زرا سا رخ موڑ کر اپنے پیچھے موجود آدمیوں میں سے ایک کو مخاطب کرتا وہ اندھیرے کی اس اُداس نگری میں داخل ہو رہا تھا۔

''چھوٹے نواب، خدا کے لیے میری بات مان جایئے نواب صاب کو پتا لگا تو وہ بہت خفا ہونگے۔'' جنریٹر اس کی دی گئی ہدایات کے مطابق رکھنے کے بعد ملازموں میں سے زاہد نامی فرد ایک بار پھر منمنا کر رہ گیا کہ وہ شخص اس کی ایک بھی سنے بغیر اُسے حویلی کے اس حصے تک لے آیا تھا۔

''زاہد۔۔۔ یہ میری امی جان کی رہائش گاہ ہے۔ دوبارہ مجھے اس جگہ سے خوف دلانے کی کوشش مت کرنا۔'' وہ اس بار بولا تو لہجہ اپنے آپ کھردرا ہونے گیا۔

سیاہ کرتا شلوار میں ملبوس سفید شال کاندھوں پر ڈالے سیاہ بالوں کو پیچھے کی طرف سیٹ کئے بڑھی بڑھی سی شیو اور سرمئی چمکتی آنکھیں۔

دراز قد اور مضبوط قدموں سے ہاتھ میں ٹارچ تھامے وہ کون تھا؟

وہ اس حویلی کے موجودہ نواب، نواب مصطفیٰ کا چھوٹا بیٹا تھا۔

زکوان مصطفیٰ۔

سالوں بعد نیویارک سے لوٹتے اس نے آج صبح ہی ہندوستان کی سرزمین پر قدم رکھا تھا۔

زاہد جو حویلی کے منشی کا بڑا بیٹا تھا سمیت باقی ملازمین کو ہاتھ کے اشارے سے اس نے واپس لوٹنے کا عندیہ سنایا اور خود وہی ٹارچ یہاں وہاں گھماتا حویلی کے اس تاریک حصے کو روشنی کی رو میں تکنے لگا۔

ہر اک کونے پر پڑتی نظر اس کے بچپن کی کئی یادیں تازہ کرتی چلی گئی۔

کہیں کوئی شرارتی لمحہ تو کبھی کوئی اُداس پل۔

وہ اک پل مسکراتا تھا اور اک پل اس کی مسکراہٹ سمٹ سی جاتی۔

وہ یادوں کے سنگ آگے بڑھتا جا رہا تھا کہ تبھی اچانک زینوں سے کسی کے اترنے کی آواز پر وہ ٹھٹھک کر اپنی جگہ ٹھہر گیا۔

یہ تو حویلی کا ممنوعی حصہ تھا پھر یہاں آنے کی جرّأت زکوان سے پہلے کس نے کی تھی۔

"کون ہے؟" ٹارچ اس سمت کو اُٹھائے اس نے اونچی آواز میں پوچھا۔

تبھی اک وجود آواز پر چونکتا دبے پیروں اس کی بائیں جانب سے دبک کر نکلنے لگا مگر۔۔۔۔

"رکو" زکوان فوراً اس کے راستے میں آ کھڑا ہوا۔

ٹارچ کی روشنی اس وجود پر ڈالی تو معلوم ہوا وہ کوئی صنف نازک تھی جو اچانک چہرے پر روشنی پڑنے کے باعث آنکھیں میچ گئی تھی۔

پیلے رنگ کے سلک گھیر دار لمبی فراک میں ملبوس کاندھوں پر دونوں اطراف میں سنہرے بال گرائے کوئی کتاب زور سے خود میں بھینچے وہ آنکھوں کو زور سے بند کیے بالکل اس کے سامنے کھڑی تھی۔

پر وہ تھی کون؟

اک لمحے کو اجنبی اور دوسرے ہی پل وہ بند آنکھوں والا سہما ہوا چہرہ اسے کچھ جانا پہچانا سا لگ رہا تھا۔

مگر وہ پہچان نہیں پایا۔

''اُف ہماری آنکھیں۔۔۔ہٹایئے اسے۔'' وہ اس قدر محویت سے اسے دیکھ رہا تھا کہ جھنجھلاہٹ سے بھرپور آواز پر وہ باقاعدہ چونک اُٹھا۔

''سوری۔'' معذرت کرتے ہوئے زکوان نے ٹارچ نیچے کیا تو آہستہ سے لڑکی نے آنکھیں کھولنا شروع کیں۔

زکوان نے غور سے ان آنکھوں میں جھانکنے کی کوشش کی۔

سنہری کانچ سی آنکھیں جن میں نمی ہی نمی تیر رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

''کون ہو تم؟'' وہ ایک بار پھر اسی محویت کا شکار سامنے کھڑی لڑکی سے پوچھ رہا تھا جس نے اب جا کر اسے ٹھیک سے دیکھا تھا۔

نجانے اس کی آواز میں شناسائی تھی یا کچھ اور۔۔۔

اُسے بغور تکنے کی کوشش کرتے ہوئے لڑکی نے زکوان کا ٹارچ تھاما ہوا ہاتھ ذرا اوپر اُٹھا کر رخ زکوان کے چہرے کی جانب کیا جس پر وہ تیز روشنی کے باعث آنکھیں سکیڑتا حیرت سے اس کے اس عمل کو دیکھنے لگا۔

حیرت تو اب لڑکی کے چہرے پر بھی در آئی تھی۔

مگر حیرت کے ساتھ ساتھ اس کی آنکھوں میں کوئی نیا تاثر بھی ابھرنے لگا۔

شناسائی کا حسیں تاثر۔

پہچان لینے کا دلنشیں تاثر۔

چمکتی آنکھوں نے مسکرا کر زکوان کو دیکھا اور لبوں نے کوئی نام ادا کرنے کو حرکت کی ہی تھے کہ تسلسل بکھر سا گیا۔

www.novelsclubb.com

"زکی۔" پاس ہی سے کسی لڑکی کی آواز تاریک فضا کو زرا چیرتی ہوئی ان کی سماعت میں اُتری تو دونوں نے اسی جانب اندھیرے میں چونک کر دیکھا۔

موبائل کا ٹارچ آن کیے اپنا آف وائٹ غرارہ بڑی نزاکت سے سنبھالتی وہ پیارے نقوش والی کوئی لڑکی تھی جو ان دونوں کی جانب دیکھ کر مسکراتے ہوئے آگے بڑھنے لگی۔

''ایلیا تم؟ میں وہی آ رہا تھا یار۔''زکوان نے ٹارچ کی روشنی میں اُسے پہچانتے ہوئے مخاطب کیا جو اسی طرف آ رہی تھی۔

''تمہارے بھائی کی مہندی ہے اور تم ہی غائب ہو زکی، ناٹ فئیر۔۔۔ارے۔۔۔آپ بھی یہاں؟''زکوان سے اس قدر بے تکلفی سے بات کرتی ایلیا کو دیکھ پیلے لباس والی لڑکی نے تعجب سے اس کی جانب دیکھا جو اب اُسی کی جانب متوجہ تھی۔

''تم جانتی ہو انہیں؟''زکوان نے لڑکی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے ایلیا سے پوچھا تو جہاں ایلیا نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا وہی وہ لڑکی فق ہوتے رنگ سمیت زکوان کو دیکھتی رہ گئی۔

اک پل کو کوئی دیکھتا تو سمجھتا یہ آنکھیں پتھر کی ہو گئی ہوں جیسے۔

''یہی تو ہیں اذان بھائی کے دوست زین العابدین کی ہونے والی منگیتر۔''ایلیا نے مسکراتے ہوئے زکوان کو بتایا۔

وہ اور بھی کچھ بتا رہی تھی مگر اس لڑکی کی سماعت وہی زکوان کے آخری الفاظ پر جم چکی تھی

۔

"تم جانتی ہو انہیں؟" وہ جملہ پھر سے کانوں میں گونجا تو مسکرا کر ایلیا سے بات کرتے زکوان کو دیکھتی وہ لڑکی بے ساختہ دو قدم پیچھے ہٹتی چلی گئی۔

(تم ہمیں بھول تو نہیں جاؤ گی؟) برسوں پہلے کہے گئے جملے کی بازگشت پر ایک قدم مزید پیچھے کو اُٹھا۔

وہ دونوں آپس میں اس قدر مگن تھے کہ اس کی موجودگی تک فراموش کر بیٹھے تھے۔

پرانی ڈائیری تھاما ہوا ہاتھ پہلو میں گر چکا تھا۔

(ہم نہیں جناب تم وہاں جا کر ہمیں بھول جاؤ گے۔ حویلی کے اسی حصے کے زینوں سے اوپر کو جاتی بالکنی میں ریلنگ سے ٹیک لگا کر کھڑی لڑکی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تھا۔)

آف وائٹ غرارے میں ملبوس لڑکی نے کچھ کہتے ہوئے مسکرا کر زرد لباس والی لڑکی کی طرف اتفاقاً نظر ڈالی تو چونک سی گئی۔

www.novelsclubb.com

وہ الٹے قدموں پیچھے کی طرف چلتی جا رہی تھی، بیگانگی اس کی چال میں واضح تھی۔

"سنبھال کے۔" اس سے قبل کہ وہ پیچھے زینوں سے پیر ٹکرانے پر گرتی ایلیا نے جھٹ سے آگے بڑھ کر اسے گرنے سے سنبھالا تھا۔

سب کچھ اتنی پھرتی میں ہوا تھا کہ زکوان بھی اپنی جگہ بوکھلا سا گیا۔

''آر یو اوکے ؟'' اسے کاندھوں سے تھامے ایلیا نے تشویش بھرے لہجے میں پوچھا تو وہ بھی بے دیہانی میں اثبات میں سر ہلا گئی۔

''زکی اب چلو یہاں سے کتنا اندھیرا ہے یہاں میں انہیں اندر لے جا رہی ہوں تم بھی آ جاؤ۔'' اس پل ایلیا کو اس تاریک جگہ سے عجیب سی الجھن محسوس ہونے لگی تو وہ زرد لباس والی لڑکی کا ہاتھ تھامے زکوان سے مخاطب ہوئی جس نے اثبات میں سر ہلایا اور آگے بڑھنے لگا۔

''چلو شیریں میں آپ کو اندر لے چلتی ہوں دیکھ لیتے ہیں کہیں چوٹ نہ لگی ہو۔'' تو زرد لباس والی لڑکی کا نام شیریں تھا جس کا ہنوز ہاتھ تھامے ایلیا اسے لیے آگے بڑھ رہی تھی مگر۔۔۔

www.novelsclubb.com

نام سنتے ہوئے زکوان مصطفی اپنی جگہ سن کھڑا رہ گیا۔

ایلیا شیریں کا ہاتھ تھامے اس کے قریب سے گزر رہی تھی جب اچانک زکوان نے اُس کی کلائی پکڑ کر اسے روکا۔ سوالیہ نظروں سے ایلیا نے اس کی جانب دیکھا جو اسے روکنے کے بعد اب دوسری لڑکی کی جانب متوجہ تھا۔

اس کا مکمل دیہان زرد لباس والی لڑکی کے چہرے پر تھا اور سماعت میں کچھ دیر پہلے پکارا گیا نام گونج رہا تھا۔

ایلیا حیرت و استعجاب کے عالم میں زکوان کے بے خود انداز کو دیکھ رہی تھی جو فلحال اس کی سمجھ سے باہر تھا۔

ٹھہر ٹھہر کر دو چار قدموں کا فاصلہ تہ کرتا وہ اب اس پیلے لباس والی لڑکی کے عین مقابل آ کر کھڑا ہو گیا۔

ہاتھ میں تھاما ٹارچ اس نے زرا سا اوپر کیے اس کے چہرے پر روشنی ڈالی جو اسے ہی تک رہی تھی مگر آنکھوں میں اس بار کوئی تاثر نہ تھا۔

بھرے بھرے گلابی گالوں والا مسکراتا چہرہ زکوان مصطفی کی یاداشت میں تازہ ہوا۔

(سپید چہرے پر نمی سے لبریز خاموش بے تاثر آنکھیں اس کے عین سامنے اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔)

"زکی تم۔۔۔۔"

"ششش" اس کے عجیب رویے پر ایلیا نے اسے پکارا ہی تھا کہ نظریں ہنوز زرد لباس والی لڑکی کے چہرے پر جمائے ہاتھ کے اشارے سے وہ اُسے کچھ بھی بولنے سے روک گیا۔

ایک بار پھر فضا میں کچھ خاموشی کا بوجھ سا چھانے لگا۔

"شیریں۔۔۔ شیریں سکندر؟۔۔۔ کیا یہ تم ہو؟" کچھ دیر سکوت چھائے رہنے کے بعد زکوان مصطفی کی آواز اُبھری تو اس کے لہجے میں حیرت و بے یقینی کا عنصر شامل تھا۔

شیریں نے وہی بے تاثر نگاہیں اس کے سوال پر چراتے ہوئے رخ موڑنا چاہا تو بے ساختہ اُسکا ہاتھ تھامے زکوان اسے روک گیا۔

www.novelsclubb.com

"نو سال رس گلے۔۔۔۔ ہاہ۔۔۔ نو سال بعد فائنلی میں تمہیں دیکھ رہا ہوں یار۔" اس کی خاموشی کے باوجود زکوان اس کے نظریں چرانے پر جھٹ سے سمجھ گیا تھا اور یقین ہونے کی دیر تھی کہ اس کا لہجہ ایک دم تبدیل ہو گیا۔

ایلیا حیرت در حیرت اُسے دیکھ رہی تھی جو اس قدر بے تکلف اور خوش تو کسی کے ساتھ نہیں رہتا تھا۔ وہ حیرت سے اُسے ہی دیکھ رہی تھی جو شیریں کے دونوں ہاتھ تھامے دبے دبے جوش سے نجانے کیا کچھ کہے جا رہا تھا اور اس کے چہرے پر اس نیم اندھیرے میں بھی خوشی جھلک رہی تھی۔

اس کے برعکس لڑکی اب تک خاموش سی کھڑی تھی۔

''کچھ تو بولو یار۔۔۔ڈونٹ ٹیل می تم نے ہمیں نہیں پہچانا؟'' زکوان سے مزید اس کا خاموش رہنا برداشت نہیں ہوا تو بول اُٹھا۔

''ہم آپ کو ہرگز نہیں بھولے چھوٹے نواب۔ آپ کو بھلا کون بھول سکتا ہے؟'' اس تمام عرصے میں پہلی بار اس لڑکی کے لب ہلے تھے اور لہجہ ہرگز عام نہ تھا۔

وہ اس کے لہجے کا طنز خوب سمجھا تھا تبھی چہرہ زرا نیچے کیے دھیرے سے مسکرا دیا۔

''سچ میں یار تم بالکل نہیں بدلی۔۔۔وہی طنز کے تیر چلاتی نکچڑی۔۔۔اہاں۔۔۔رس گلے۔'' زکوان نے اس کے لہجے کا زرا بھی برا نہیں منایا تھا اور اس کے برعکس شرارتی انداز اپنائے اسکے دونوں گالوں کو بچوں کے سے انداز میں کھینچتا اسے چھیڑنے لگا۔

اس کے چھونے سے نجانے کیا ہوا تھا کہ شیریں نے فوراً اس کے ہاتھ جھٹکے۔

"ایلیا ہمارے پیر میں درد ہے ہم اندر جانا چاہتے ہیں۔" زکوان مصطفی کے ہاتھوں سے اپنا ایک ہاتھ چھڑاتی وہ مخاطب ہوئی بھی تھی تو ایلیا سے جس نے اس تمام عرصے میں غیر متوقع صورتحال کو خاموشی سے کھڑے رہ کر دیکھا تھا۔

وہ زکوان کے والہانہ انداز پر حیرت زدہ کھڑی تھی۔اور زکوان شیریں کے اس قدر اجنبی رویے پر ایک پل کو شاک کھڑا رہ گیا۔

پیلے لباس والی لڑکی اب ان دونوں کو یونہی جامد چھوڑتی خود تیزی سے حویلی کا یہ تاریک حصہ چھوڑتی پر رونق حصے کی طرف قدم بڑھا گئی تھی۔

"یہ کیا تھا زکی؟" کچھ پل کی خاموشی کے بعد آہستہ سے چل کر اس کے سامنے آتے ہوئے ایلیا نے سوال کیا جس کی نظریں اب بھی اسی جگہ پر جمی ہوئی تھیں جہاں سے وہ نکل کر گئی تھی۔

"ہاں۔۔۔مجھے بھی سمجھ نہیں آئی، کیا تھا یہ۔" بے خودی سے اُسی نقطے پر نظریں جمائے زکوان نے بھی جملہ دہرایا۔

''تم ایسے تو نہیں ہو، کون تھی یہ۔؟''ایلیا نے اس بار زرا تند لہجے میں باز گشت کرنی چاہی مگر زکوان کا اس کے لہجے پر دیہان ہی کہاں تھا۔

''وہ بھی ایسی نہیں تھی۔ پھر کون تھی یہ۔؟''زکوان کے سوال پر سوال کرنے سے ایلیا مزید تپ اُٹھی تو آگے بڑھ کر اس کا بازو جھنجھوڑتے ہوئے اسے ہوش دلانی چاہی۔

''زکی۔۔۔دماغ درست ہے تمہارا؟ کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ کون تھی وہ اور تم۔۔۔۔؟'' چڑے ہوئے لہجے میں کہتی ایلیا کو ایک دم اپنے آپ ہی چپ لگ گئی۔

چونک کر اس نے زکوان کی جانب دیکھا جو ہوش میں آتا اب اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ سوالیہ نظروں سے زکوان کی طرف ایلیا نے ایک نظر دیکھا اور وہ پچھتاتی رہ گئی۔

کاش اس نے نہ پوچھا ہوتا۔

www.novelsclubb.com

کاش اس نے نہ دیکھا ہوتا۔

گردن میں گلٹی سی ابھر کر معدوم ہوئی جب اس نے زکوان کا سر تائیدی انداز میں ہلتے ہوئے دیکھا۔

آہ تو بلاُخر وہ اسے مل ہی گئی جسے وہ صبح حویلی پہنچنے سے لیکر اب تک پاگلوں کی طرح رہا ڈھونڈ رہا تھا۔

صبح سے اس کے مل جانے کی تسلی دینے والی ایلیا اپنے ڈوبتے دل کی مدھم ہوتی دھڑکنوں پر خاموش سی کھڑی رہ گئی۔

"تم تو کہتے تھے وہ تمہیں دیکھے گی تو پہچان جائے گی، پہچان لے گی تو تمہیں چہک کر کہے گی۔۔۔زکوان ہم نے تمہیں بہت یاد کیا، مگر وہ تو بالکل اجنبیوں کی طرح سامنے سے گزر کر چلی گئی ہے۔" ایلیا کی نظریں بھی اسی نقطے پر آکر جم گئیں جہاں کچھ دیر قبل شیریں کھڑی تھی۔

اور دھیمے لہجے میں اس نے زکوان سے استفسار کیا جو خود بھی شاک سے اب حیرت تک کا سفر کیے لاجواب کھڑا تھا۔

www.novelsclubb.com

اسے یاد تھا جب وہ دو دن دہلی اپنے ننھیال کی طرف جاتا تھا تو اس کے لوٹنے پر وہ کتنی پرجوش ہو جایا کرتی تھی۔

اب وہ جب نو سال بعد لوٹا تھا تو وہ خاموشی سے نکل کر چلی گئی تھی۔

کچھ دیر قبل جو اس قدر پر جوش سا دکھائی دے رہا تھا اب خاموشی سے قدم قدم چلتا آگے بڑھنے لگا۔

ایلیا بھی کوئی جواب نہ پا کر اس کی تقلید میں وہاں سے نکلتی چلی گئی۔

حویلی کے پچھلے زینوں والا یہ تاریک حصہ ایک بار پھر سناٹوں سے گھرتا چلا گیا۔

شاید اس کی تقدیر یہی تھی۔

اندھیرا اور گہرے سناٹے۔

★★★★

دوسری طرف وہ جو وہاں سے نکلتے ہی دوڑتی ہانپتی راہداریاں اور پھر دونوں اطراف سے اوپر کو جاتی سیڑھیاں عبور کیے اب اپنے کمرے میں داخل ہوئی تھی دروازہ جھٹ سے بند کیے وہ زمیں پر ریت کی گٹھری کی مانند ڈھیتی چلی گئی۔

دونوں گھٹنوں کو باہم جوڑے سینے سے لگائے ہاتھوں کو اپنے گرد پھیا لئے خود میں اپنا آپ سموئے وہ اس پل بری طرح لرز رہی تھی۔

نم آنکھوں سے ایک بھی نیر نہ بہا تھا مگر ضبط کے کڑے مراحل سے گزرتی وہ کانپ رہی تھی۔

تم جانتی ہو انہیں؟

ہم تمہیں کبھی نہیں بھولیں گے۔

وہ تمہیں دیکھینگے تو کیا کہیں گے شیریں؟

میرا یقین مانو شیریں اسے تمہارا چہرہ یاد بھی نہیں ہو گا، تم اس کے سامنے جاؤ گی اور وہ تم کو ایسے دیکھے گا جیسے پہلی بار دیکھ رہا ہو۔

اس سے پہلے کوئی آپ کو زخمی کرے آپ اس سے اجنبیت کا زخم دیکر خود کو بچالو۔

www.novelsclubb.com

بیٹا زین اچھے انسان ہیں۔

تم جانتی ہو انہیں؟

ترتیب سے کئی آوازیں اس کی سماعت کے پردے چیرتیں اس کے گرد گھیرا تنگ کرنے لگیں۔

فضا میں گھلتی عجیب سی گھٹن اور اس کے دل کی شریانوں کو تنگ کرتی عجیب سی کثافت اسے مزید ہلکان کر رہی تھیں۔

وہ سچ میں اسے پہچان نہیں پایا تھا۔

اس کا دکھ نہیں یہ اس کی زندگی کا ایک اور روگ تھا۔

جس خوف کے زیرِ اثر وہ اس کی آمد سے لیکر اب تک حویلی کے اس ویران حصے میں چھپی بیٹھی تھی وہ خوف اس کے عین سامنے آتا اسے ہرا گیا تھا۔

کرب سے آنکھیں موندے اس نے دروازے سے سر لگائے گیلی سانس اندر کو کھینچی تھی کہ دروازے پر کسی نے دستک دے کر اس کے تنہا رہنے کا حق بھی چھین لیا۔

گھر میں شادی تھی سب کمرے زیرِ استعمال تھے۔ وہ بھول گئی تھی کہ دلہن کو اسی کا کمرہ تیار ہونے کے لیے دیا گیا تھا۔

یقیناً دلہن کے کسی کام سے ہی لڑکیاں باہر آئی کھڑی تھیں۔

اسے اُٹھنا ہی تھا سو ہاتھوں کی پشت سے نم آنکھوں کو رگڑ کر خشک کرتی وہ باتھ روم کی جانب دوڑی۔

سنک کے پاس کھڑے ہو کر ایک نظر اپنے بکھرے بکھرے سے عکس پر ڈالی اور ساتھ ہی نلکا کھولا۔

ہاتھ پانی میں ڈالا تو ٹھنڈی پھوار پڑنے پر اسے جلتے پر مرحم جیسا احساس ہونے لگا۔

چہرے پر دو چار بار پانی کی چھینٹیں لگائے وہ گیلی سانس اندر کو کھینچتی باہر کی جانب بڑھی جہاں ایک بار پھر دستک دی جا رہی تھی۔

دروازہ کھول کر بڑے نارمل سے انداز میں اس نے لڑکیوں کی جانب مسکرا کر دیکھا جواب آنے کی وجہ بتلاتیں دروازہ نہ کھولنے پر استفسار بھی کر رہی تھیں۔

مطلوبہ اشیاء ڈھونڈنے کو وہ آگے بڑھیں تو خاموشی سے شیریں ان کے سائیڈ سے نکل کر ہال کی جانب بڑھ گئی جہاں مہندی کا جشن منعقد کیا گیا تھا۔

بھری محفل میں سامنے دلہن کے لئے پیلے اور مہندی رنگ کا جھولا سجایا گیا تھا جس پر مہندی کے جوڑے میں ملبوس دلہن بیٹھی مہندی لگواتے ہوئے گاہے بگاہے سامنے نظر ڈالتی مسکرا رہی تھی۔ شرم وحیا میں لپٹی موہوم مگر دلنشیں مسکراہٹ۔

وہ اس گھر کے موجودہ نواب، نواب مصطفی کے بڑے بیٹے ڈاکٹر اذان مصطفی کی منکوحہ تھی جسے رخصت کر کے سسرال لایا جانا تھا۔

مہندی اور جشن سوغات کے فنکشن حویلی میں ہی منعقد کیے گئے تھے۔ اس کے جھولے کے دونوں اطراف میں آف وائٹ اور ہلکے بھورے رنگ کے دو صوفے رکھے تھے۔

صوفے یقیناً بزرگ خواتین کے لیے تھے باقی لڑکیاں وسیع گھیرا بنائے درمیان میں ڈھولک رکھ کر گاتے ہوئے مہندیاں لگواتے ہوئے ہنس بول رہی تھیں۔

ہال کے اطراف میں رکھی بڑی سی آف وائٹ ونگ چیئرز میں سے ایک پر براجمان عورت نے دہلیز پر کھڑی شیریں کو اپنی جانب اشارے سے بلایا جواب مسکراہٹ لبوں پر سجائے ان کی طرف بڑھنے لگی تھی۔

وہ اس کی بوا اور اس حویلی کی بڑی بیٹی زرینہ حسین علی تھیں۔

مہندی رنگ کی نفیس ساڑھی میں ملبوس بالوں کا نفیس سا جوڑا بنائے جس پر سفید کلیوں کے پھول سجے تھے۔

سرمئی آنکھیں بالکل جیسے زکوان کی تھیں مگر ان میں سوگوار سا عنصر شامل تھا۔

"کیا بات ہے شیریں۔ آپ نے مہندی بھی نہیں لگوائی۔ دیکھیے ہاتھ کس قدر سونے لگ رہے ہیں، جایئے جا کر مہندی لگوایئے۔" شیریں ان کے پاس آ کر بیٹھی تو محبت سے لبریز لہجے میں پیار بھری نظروں سے اسے تکتیں زرینہ حسین نے اس کی خالی ہتھیلیوں کو دیکھ احتجاج کیا۔

وہ ان کی سب سے لاڈلی اور پیاری بھتیجی تھی۔

شیریں کا انکے احتجاج پر سر زرا جھک سا گیا۔

"ہمیں مہندی لگانا نہیں پسند بوا۔ آپ ہم سے یہ ضد مت لگایئے پلیز۔" شیریں نے مودب لہجے میں انکار کرتے ہوئے سر ان کے کاندھے سے ٹکا لیا۔

اذان کی دلہن کی نظریں بھی اب انہی کی جانب اُٹھی تھیں جس پر دونوں طرف سے مسکراہٹ کا تبادلہ ہوا اور آنکھوں کے اشارے سے اس نے شیریں کو اپنے پاس بلا لیا۔

اٹھنے کی زرا ہمت نہ تھی مگر جانا تو تھا سو وہی مسکراہٹ ہونٹوں سے چپکائے اپنا گھیر دار فراک سنبھالتی شیریں اس کی جانب بڑھ آئی۔

سبرینہ نے اس کے آنے پر تھوڑا کھسکتے ہوئے اس کے لیے جگہ بنائی جہاں وہ اب براجمان تھی۔

"کتنی بری بات ہے شیریں۔ تمہاری باجی کی مہندی ہے اور تم ہمیں چھوڑ کر صبح سے غائب ہو، کب تک بھاگو گی اُس سے؟" سبرینہ نے مہندی والیوں کی موجودگی کے باعث ہلکی آواز میں شیریں کی کلاس لینا ضروری سمجھا۔

وہ اس کے غائب ہونے کی وجہ سے واقف تھی۔ شیریں نے اداس سنہری کانچ آنکھوں سے اس کی جانب دیکھا جن میں ایک بار پھر نمی تیر رہی تھی،

"اب نہیں بھاگیں گے۔ تسلی رکھیے۔ ارے۔۔۔ کتنی پیاری مہندی لگی ہے آپ کو۔۔۔ آہ۔۔۔۔ خدا کرے اس پر رنگ بھی خوب جم کر چڑھے تاکہ پورا بھوپال بھی تو جانے کہ ہمارے اذان بھیا آپ سے کتنی محبت کرتے ہیں۔" وہ شیریں تھی۔ دل لاکھ تکلیف میں مبتلا ہو اسے بظاہر چہکنا اور مسکرانا خوب آتا تھا۔ اب بھی وہ ایسی ہی کیفیت میں

سبرینہ کو چھیڑ رہی تھی جس پر سبرینہ کے گالوں پر گلابی رنگ بکھرتا اسے مزید حسین بنانے لگا۔

"یہ کس کمبخت نے کہہ دیا کہ محبت کی گہرائی مہندی کے رنگ سے ناپی جاسکتی ہے۔" وہ دونوں بھاری مردانہ آواز پر ایک دم اچھل کر رہ گئے۔ دونوں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو دو لڑکے مسکراتے ہوئے انہی کی جانب آرہے تھے۔

مہندی گرین کلر کے کرتا شلوار پر آف وائٹ شال کاندھے پر ڈالے سیاہ بالوں کو جیل سے سیٹ کیے وہ ہو بہو زکوان کی کاپی تھا۔ سوائے آنکھوں کے اور چال ڈھال کے وہ بالکل زکوان جیسا تھا۔ بس آنکھیں بھوری تھیں اپنے باپ کی طرح۔ زکوان کا بڑا بھائی اذان مصطفی۔

ساتھ ہی سفید کرتا شلوار میں ملبوس بھوری شال کاندھوں پر ڈالے کتھئی آنکھوں والا نوجوان کھڑا تھا جس کے لبوں پر نرم سی مسکراہٹ سجی اسے مزید باوقار بنا رہی تھی۔

وہ اذان مصطفی کے بچپن کا ساتھی اور اس کی دلہن کا اکلوتا بھائی زین العابدین تھا۔

اس گھر کے لیے بالکل بیٹوں جیسا۔اذان کو دیکھ کر مسکراتی شیریں کی نظر ساتھ کھڑے زین العابدین پر پڑی تو مسکراہٹ پل میں سمٹ گئی۔

دوسری طرف سبرینہ نے اذان کو دیکھتے ہی حیا سے بکھرتی لالی چہرے پر سجائے رخ پھیر لیا۔

''اذان بھائی آپ یہاں نہیں آسکتے۔یہ لیڈیز فنکشن ہے۔''شیریں اس کے بڑھتے قدم دیکھ فوراً اپنی جگہ سے اُٹھ کر دوسری جانب آتی راہ میں دونوں بازو ہائل کیے کھڑی ہو گئی۔

''میرے سوال کا جواب تو لینے دو۔''اذان کے لہجے میں بسی شرارت پر وہاں موجود سب کے چہروں پر مسکراہٹ بکھرنے لگی۔کوئی دبی دبی ہنسی ہنسا اور کوئی کھلکھلا کر ہنس پڑی تھیں۔

''بہانے مت بنائیے۔آپ ابھی یہاں سے جائیے ورنہ ہم بڑے ابا کو شکایت لگوا دیں گے آپ کی۔''اذان جب باز نہ آتے ہوئے آگے بڑھنے لگا تو اُسے ایک طرف سے بازو سے تھامے وہ اس کا رخ واپسی کی طرف موڑتے دھمکی آمیز لہجہ اپنا گئی۔

''ناٹ فیئر چھوٹی۔ایک ہی دن میں ٹیم بدل لی تم نے۔ایسی اجنبیت؟''سب کو معلوم تھا کہ وہ اذان کی کتنی لاڈلی تھی۔بغیر وقت اور حالات دیکھے وہ ہمیشہ اذان کی سائیڈ لیا کرتی تھی تبھی آج وہ اس کے ساتھ نہ دینے پر ایسے کہہ رہا تھا۔مگر شیریں نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے اُسے آگے کو دھکیلا جب۔۔۔۔

''یہی تو حیرانی ہے بھائی جان۔مجھے بھی پتہ ہی نہیں چلا محترمہ کب ٹیم بدلتیں اس قدر اجنبی ہونے لگیں۔''اپنے پیچھے سے ابھرتی آواز پر شیریں اپنی جگہ ساکت کھڑی رہ گئی۔

اذان کی بازو پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑ چکی تھی۔لبوں سے مسکراہٹ مفقود ہو چکی تھی۔ چہرہ ایک دم بجھ سا گیا۔گردن میں گلٹی سی ابھر کر معدوم ہوئی تھی۔

''بتایئے شیریں سکندر آپ نے تو مجھے بھی پہچاننے سے انکار کر دیا،ایسی اجنبیت؟''موقع کی مناسبت سے بہت غلط جگہ کھڑے ہو کر اس نے شیریں کو للکارہ تھا۔

خوشگوار ماحول ایک دم خاموشی کی نذر ہو گیا۔آس پاس موجود سب لڑکیوں کا دیہان ان دونوں کی جانب تھا جہاں شیریں اب تک اذان کی طرف رخ کیے اپنی جگہ جمی کھڑی تھی۔ہاتھ اب بھی اذان کی بازو کے گرد ڈھیلے پڑے ہوئے تھے۔

''ریلیکس زکی۔مزاق تھا۔''شیریں کے زرد پڑتے چہرے پر ایک نظر ڈالے اذان نے اسے جھڑکا جو شیریں سے کچھ ہی فاصلے پر اس کے پیچھے ہی دونوں ہاتھ سینے پر باندھے کھڑا اس کے جواب کا منتظر دکھائی دیتا تھا۔

''اسے بولنے دیں بھائی جان۔''زکوان کو نجانے کیوں اس وقت اذان کی مداخلت ایک آنکھ نہیں بھائی تھی۔

زین العابدین نے الجھن بھری نگاہ ایک پل شیریں پر اور دوسرے لمحے زکوان پر ڈالی۔ جھولے پر بیٹھی سبرینہ نے زکوان کو گھور کر دیکھا۔

''کیا بات ہے بھئی اس گھر کے دو بہترین دوست نو سال بعد آمنے سامنے ہیں اور ایسے رخ پھیر کر کھڑے ہیں۔آپ بتائیں زکی آتے ہی ایسا کیا کہہ دیا ہماری بھتیجی کو کہ وہ خاموش کھڑی ہیں۔''زرینہ بوا بھی اپنی کرسی چھوڑے ان تک آچکی تھیں۔

صورتحال کچھ عجیب سی تھی اور شیریں اس پل منظر سے غائب ہونے کو ترس رہی تھی۔

''اپنے بھائی سے کہیں چپ چاپ یہاں سے چلے جائیں۔ہم ابھی کوئی بات نہیں کرنا چاہتے۔''شیریں نے آہستہ سے اذان کے کان کے قریب سرگوشی کی۔

اذان کو اس کا رویہ تو سمجھ نہ آیا البتہ اثبات میں سر ہلائے اس نے حامی بھری اور زکوان کی جانب دیکھا۔

وہ زکوان سے زیادہ شیریں کا بھائی تھا۔ شیریں کے لیے وہ زکوان سے بھی دو دو ہاتھ کرنے سے گریز نہ کرتا۔ مگر موقع خوشی کا تھا سو اس نے ٹھنڈے انداز میں بات سنبھالنی چاہی۔

"جاؤ شیریں کچن سے زکی کی فیورٹ مٹھائی بھجوا دو۔ آئم شیور اس نے نیویارک میں اس کا ٹیسٹ بہت مس کیا ہوگا۔" اذان کی طرف سے فرار کا عندیہ ملنے کی دیر تھی کہ وہ بنا پلٹے ہال کے پچھلے راستے سے ہی نکلتی چلی گئی جہاں سے ابھی اذان اور زین العابدین اندر آئے تھے۔

اس کے یوں ایک بار پھر خاموشی سے نکل جانے پر زکوان پیچ و تاب کھاتا رہ گیا۔ ہال میں عجیب سی خاموشی رائج ہو چکی تھی۔

www.novelsclubb.com

"اب کیا کوئی مجھے میرے سوال کا جواب دیگا کہ مہندی سے یہ کیسے ثابت ہوتا ہے کہ محبت کتنی گہری ہے؟" اذان بھی اذان تھا۔ بات کو گھما کر وہ ماحول ہلکا پھلکا کرنے کی کوشش میں کامیاب ہو گیا تھا۔

بوا نے اس کے کاندھے پر ایک جھڑتے ہوئے کوئی حال نہیں والے انداز میں سر ہلایا اور باقی لڑکیاں بھی آپس میں کھس پھسانے لگیں۔

پہلے جیسا نہ سہی مگر کچھ حد تک ماحول پر رونق ہو گیا تھا۔

زین العابدین کی نظریں اب بھی زکوان پر الجھی ہوئی تھیں جو سب کے یہاں وہاں بکھرنے پر خاموشی سے اسی جانب بڑھ گیا جہاں سے ابھی وہ اندر آیا تھا۔

کچھ تھا جو اسے کھٹکا تھا۔ یا شاید برا لگا تھا۔ اذان کے پکارنے پر اپنی تمام تر الجھنیں جھٹکتا وہ اس کی جانب متوجہ ہوا جسے بوا اب وہاں سے نکلنے کا کہہ رہی تھیں۔

بوجھل فضا ایک بار پھر ہلکی پھلکی ہوتی چلی گئی۔

www.novelsclubb.com

★★★★

مہندی کا فنکشن ختم ہو چکا تھا۔

رات کی سیاہی نیلگوں آسماں کو اپنی لپیٹ میں لیے ہر سو چھائی ہوئی تھی۔ حویلی کے اس کمرے میں اس وقت روشنی جل رہی تھی جہاں بیڈ پر اوندھے منہ لیٹی ہوئی شیریں سامنے لیپ ٹاپ رکھے کی پیڈ پر مسلسل انگلیاں چلا رہی تھی۔

آف وائٹ اور سی گرین امتزاج میں یہ کمرہ بڑی نفاست سے سیٹ کیا گیا تھا۔

باہر سے روایتی طرز پر بنی لال حویلی اندر سے بالکل ماڈرن طرز میں ڈھالی گئی تھی۔

سنہرے ریشمی بال ڈھیلے سے جوڑے میں باندھے ڈھیلے ڈھالے نائٹ سوٹ میں ملبوس نظریں سکرین پر ٹکائے وہ اپنے آپ میں مگن تھی جب کمرے سے ملحق باتھروم کا دروازہ کھولے سبرینہ اندر داخل ہوئی۔

"دیکھو شیریں ہماری مہندی کا رنگ کتنا گہرا چڑھا ہے۔" دھپ سے اس کے ساتھ آ کر بیٹھتی سبرینہ نے پرجوش لہجے میں چہکتے ہوئے اپنی دونوں ہتھیلیاں شیریں کی جانب کیں

۔

لیپ ٹاپ سے دیہان ہٹا کر شیریں نے اس کے ہاتھوں پر نظر ڈالی اور اُٹھ کر اس کے سامنے آ بیٹھی۔

مہندی لگے سبرینہ کے ہاتھ واقعی بہت خوبصورت لگ رہے تھے۔

''واہ۔اذان بھائی کی محبت کا خوب رنگ چڑھا ہے آپ کے ہاتھوں پر۔''شیریں نے مسکرا کر اُسکی ہتھیلیاں تھامے کہا تو سبرینہ مزید کھل اُٹھی۔

''کیا واقعی محبت اتنی خوبصورت ہوتی ہے شیریں؟

کیا سچ میں یہ اتنی آسانی سے مل جایا کرتی ہے؟

پرجوش سی سبرینہ نے دونوں ہاتھوں کو شیریں کے ہاتھوں سے نکال کر اپنی آنکھوں کے سامنے کیے جذبات سے لبریز لہجے میں بے خود ہو کر سوال کیا۔

اس کے سوالوں کی نوعیت تھی یا کچھ اور شیریں کی مسکراہٹ لبوں پر سمٹ کر رہ گئی۔

کانچ سی سنہری آنکھوں میں کچھ ٹوٹا بکھرا سا احساس تیرنے لگا تو اس نے سبرینہ کی جانب سے رخ موڑ لیا۔

www.novelsclubb.com

''نہیں بالکل نہیں۔ناہی محبت ہمیشہ خوبصورت رہی ہے اور نہ ہی یہ ہمیشہ سب کو آسانی سے مل جاتی ہے۔آپ کو مل گئی ہے نا تو بس ان سوالوں میں الجھ کر اپنا سکون برباد نہ کریں۔''شیریں اُٹھ کر کھڑکی کے پاس آ کھڑی ہوئی تھی۔

محبت کے ہو جانے کا خمار تھا یا پا لینے کی دوگنی خوشی۔ سبرینہ اس کے لہجے کی محرومی کو آج پہلی بار فراموش کر گئی تھی۔

کھڑکی کے دہانے سے لگ کر کھڑی وہ بادلوں کی اوٹ سے جھلکتے چاند کو تک رہی تھی اس بات سے انجان کے وہاں دوسری طرف اوپری حصے کی راہداری کے ایک اور کمرے میں کوئی اور وجود بھی ایسے ہی ٹیک لگائے اُسے یادوں کے حصار میں لیے کھڑا چاند کو تک رہا تھا۔

دونوں کی سوچ کا محور ایک ہی تھا۔

گم نام محبت۔۔

گم سم سا اک شخص ہے دریچہ پر بیٹھا

اسکا بھی کوئی حلقہِ احباب تو ہو گا

مت اس سے الجھ یار بس اتنا سا سمجھ لے

جو خود کو میسر نہیں نایاب تو ہو گا

★★★★

اپنے کمرے سے ملحق بالکنی میں موجود ریلنگ پر دونوں کہنیاں جمائے وہ مسلسل نیچے نظر آتے دالان کو دیکھ رہا تھا۔

یاداشت کے پردے پر ایک کے بعد ایک کئی مناظر ابھر کر معدوم ہوتے جا رہے تھے۔

وہ منظر اُسے آج بھی یاد تھا جہاں یونیورسٹی کے آرٹ ڈیپارٹمنٹ کی گیلری میں وہ اذان کے ساتھ داخل ہوا تھا اور سامنے ہی کئی کینوس اور پینٹنگز کے درمیان ایک طرف وہ کھڑی دکھائی دی تھی۔

اذان اسے وہاں اس کا گاڑی میں رہ جانے والا سامان لوٹانے آیا تھا تو اسے بھی ساتھ لے آیا تھا۔

کینوس ایزل کے سامنے کھڑی مصروف سے انداز میں وہ بڑی مہارت سے پینٹ برش سے سفید تہہ پر رنگ بکھیرتی کوئی چہرہ تراش رہی تھی۔

گہرے نیلے کرتے پاجامے میں ملبوس سیاہ ایپرن باندھے سنہرے ریشمی بالوں کو پینٹ برش کی مدد سے ڈھیلے سے جوڑے کی شکل میں قید کئے وہ اپنے آس پاس سے یکساں طور

پر بے خبر اپنے کام میں مگن اس پل اس کے دل کی دھڑکنوں میں ارتعاش برپا کر رہی تھی۔

دیکھا تو کئی بار تھا اس نے اس منچلی کو لال حویلی میں مگر اس روز وہ کتنی بھلی معلوم ہو رہی تھی۔

دنیا و مافیھا سے بے خبر اپنے آپ میں مگن بھولی بھٹکی سی کوئی اپسرا۔

یاد کرتے کرتے اسے اندازہ ہی نہ ہوا کہ وہ مسکرا رہا تھا۔

"کیا بات ہے بھئی میرا بیٹا آجکل بات بات پر مسکرانے لگا ہے۔"

شہرین شیراز کب کافی لیکر اس کے پاس آئی تھیں اسے پتا بھی نہ چل سکا۔ماں کی آمد کا علم ہوا تو رخ موڑ کر اُسی موہوم سی مسکراہٹ سمیت اس نے اُن کی جانب دیکھا۔

www.novelsclubb.com

وہ اُس کے اطراف میں ہی کھڑی تھیں۔

اُس کے دیکھنے پر مسکرا کر کافی اسے تھمانے کو ہاتھ آگے بڑھایا جسے فوراً اس نے تھام لیا۔

''امی آپ کو کیا لگتا ہے؟ کیا وہ ہاں میں جواب دیگی؟'' بنا کسی تمہید کے دل میں کب سے مچلتا سوال اس نے اپنی ماں سے کرتے ہوئے امید بھری نظروں سے اُنہیں دیکھا۔

وہ اس کی ماں تھیں۔ اسے اور اس کے خدشات سے بھرے دل کو خوب سمجھتی تھیں۔ تبھی مسکرا کر اثبات میں سر ہلا کر اپنے بیٹے کی جانب دیکھا۔

"ابھی تو اُس نے اور اسکی بوا نے وقت مانگا ہے۔ مگر مجھے یقین ہے وہ مثبت جواب ہی دیں گے۔ آخر میرا بیٹا ہے ہی اتنا قابل ہونہار اور بلا کا ہینڈسم۔ انکار کی کوئی ایک وجہ بھی نہیں بچتی ان کے پاس بیٹا۔۔۔ تم۔۔۔ فکر کرنا چھوڑ دو۔" شہرین شیراز نے بیٹے کی ہمت بندھانے کو تسلی بخش لہجہ اپنایا مگر نجانے کیوں ماں کے دلاسے نے کہیں اندر چین نہیں دلایا اُسے۔

کافی کا مگ ریکنگ پر رکھتا وہ کچھ بے چین سا نیچے کی طرف دیکھنے لگا۔

''امی قسمت یہ نہیں دیکھتی کہ آپ کتنے ہینڈسم اور کتنے قابل ہیں۔ وہ جب کچھ چھین لینے کی ٹھان لے تو اس طرح تہی داماں کرتی ہے کہ احتجاج کرنے کا موقع تک نہیں ملتا اور

انسان خالی ہاتھ دھرے رہ جاتا ہے۔"اس کے لہجے میں اس پل کچھ کھو دینے کا خوف محسوس ہو رہا تھا۔

شہرین شیرازی بیٹے کو ایسی حالت میں پہلی بار دیکھ رہی تھیں۔

کھویا کھویا سا، کھو دینے کا خوف نظروں میں چھپائے۔وہ بیٹے کے قریب آ کر رکیں۔بازو سے تھام کر اس کا رخ اپنے جانب موڑا۔

"یہ کس طرح کی باتیں کر رہے ہو زین؟ بھلا قسمت تم سے کچھ کیوں چھینے گی؟ بھلے ہم ان کی طرح نواب خاندان کے نہیں مگر ہمارا بھی اپنا ایک نام ہے ایک مقام ہے۔بڑے بڑے خاندان ہم سے رشتہ جوڑنا چاہتے ہیں۔جب سب کچھ ہمارے حق میں ہے تو پھر یہ مایوسی کیسی؟"شہرین کو بیٹے کی مایوسی نے پریشان کر دیا تھا۔

"مایوسی نہیں ہے امی جان۔۔۔۔"بے بسی سے زین نے نفی میں سر ہلایا اور بس جواب میں اتنی ہی وضاحت دے پایا تھا وہ۔

"اچھا اب یہ سب مت سوچو۔تمہاری بہن کا کل جشنِ سوغات ہے۔اس طرح کی شکل بنا کر پھرو گے تو وہ پکا منع کر دے گی۔۔۔۔ویسے بھی وہ خود چہکتی مہکتی پیاری سی پری جیسی

ہے اور پریوں کو دیو نہیں شہزادے اچھے لگتے ہیں۔" شہرین شیرازی کے مزاحیہ انداز پر زین العابدین بھی مسکرا دیا تھا۔

"پری تو ہے۔" تصور میں اسے یاد کرتے زین نے سرگوشی کے سے انداز میں اعتراف کیا تھا۔ اور اعتراف سنتی فضا محبت کی دلنشیں خوشبو سے مہک اُٹھی تھی۔

وہ رہتے اپنے بنگلے میں تھے مگر شادی کے تمام فنکشنز لال حویلی میں تہہ کیے گئے تھے۔

صبح وہ اس پری کے دیس پھر سے جا کر اس کا دیدار کرنے والا ہے۔ یہ خیال اپنے آپ میں کتنا مسحور کن تھا۔

آنے والے وقت سے بے خبر زین من ہی من مسکراتا ماں کو کاندھے سے تھامے اندر کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

www.novelsclubb.com

★★★★

آج حویلی میں جشنِ سوغات کی رسم ادا ہونی تھی۔ جہاں لڑکی اور لڑکے کو بہت سی سوغات سے نوازا جاتا ہے۔

آنے والا ہر مہمان دعاؤں کے ساتھ دونوں کے لیے اپنے من پسند تحفے لاتا ہے۔

پیچ اور آف وائٹ رنگ کی لانگ گھیر دار لہنگہ پہنے بالوں کو دونوں اطراف میں کرل کیے سر پر زرا پیچھے کو دوپٹہ سیٹ کئے وہ اس پل بہت حسین لگ رہی تھی۔

''آج اذان بھائی آپ کو کیا سوغات دینے والے ہیں؟'' رسم کے مطابق پہلی سوغات دلہا اپنی دلہن کو دیتا ہے اور اسی لیے شیریں نے شرارتی انداز میں سبرینہ کو کاندھوں سے گھیرے چھیڑنا لازمی سمجھا جس پر سبرینہ نے اپنے گرد موجود اُس کے ہاتھوں پر چپت رسید کی اور دونوں نے سامنے آئینے میں بیک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکراہٹوں کا تبادلہ کیا۔

تبھی دروازے پر ہلکی سی دستک دیے ایلیا اندر داخل ہوئی۔

''واؤ بھابھی بیگم آپ تو آج قیامت لگ رہی ہیں۔'' آتے ہی ایلیا نے بھی سبرینہ کو ہاتھوں ہاتھ لیا جس پر وہ بھرپور انداز میں مسکرا دی۔

شیریں کی نظریں سبرینہ سے مخاطب ایلیا پر ٹک گئیں جس نے آج آئس بلیو کلر کی ساڑھی زیب تن کر رکھ تھی۔ ساڑھی کی فال اور ایلیا کا سراپا جیسے ایک دوسرے کے لیے ہی بنے تھے۔

وہ اس ساڑھی میں بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔ اوپر سے اس کے اخروٹی بال جوڈھیلی سی فش ٹیل اور چہرے کے اطراف میں گرتیں لٹوں سمیت مزید اسکے حسن کو دوبالا کر رہے تھے۔

خود پر نظروں کا ارتکاز محسوس کرتی ایلیا نے ایک دم نظر ہٹا کر شیریں کی جانب دیکھا تو بے ساختہ شیریں نظریں پھیر گئی۔

دونوں کا انداز ایک دوسرے سے نظریں چرانے والا تھا۔ عجیب ہچکچاہٹ والا اور دونوں ہی اس بات سے لاعلم دکھائی دیتے تھے۔

www.novelsclubb.com

"زرینہ بوا اور آپکی ممی آپ کو بلوا رہی ہیں بھابھی چلیں؟" ایلیا نے نظریں واپس سبرینہ پر جمائے کہا جس نے فوراً شیریں کی جانب دیکھا۔

''شیریں جاؤ اب جلدی سے تیار ہو۔ تمہارے بنا میں نیچے نہیں جانے والی۔ جاؤ۔۔۔ جلدی۔'' بیڈ پر رکھا لباس اسے تھمائے بیچاری دلہن نے اسے ڈریسنگ روم کی طرف دھکیلا۔

''آج شام میں جشن کے بعد اس سے بات کروں گا'' شیریں کو جاتے دیکھتی ایلیا کی سماعت میں زکوان کے کہے الفاظ گونجنے لگے۔

بیچینی سے وہ پہلو بدلتی رہ گئی۔

''وہ ناراض ہے شاید میں اسے منالو نگا۔'' ایک اور امید بھری آواز نے اس کے دل پر بوجھ بڑھا دیا۔

شیریں لباس تبدیل کیے اب باہر آرہی تھی۔

''یار پہلے وہ اچھی خاصی صحت مند تھی اس لیے میں اسے پہچان نہیں پایا۔ اوپر سے اس نے چشمہ پہننا چھوڑ دیا ہے۔ ہاہ۔۔۔ پاگل لڑکی اسے کیسے لگ سکتا ہے کہ زکوان اسے بھول گیا۔''

ڈریسنگ میز کے قد آور شیشے کے سامنے کھڑی وہ اب اپنے بال سیٹ کر رہی تھی اور ایلیا کی سماعت میں مسلسل زکوان کی آواز ابھرتی اسکے گرد گھیرا تنگ کر رہی تھی۔

جب وہ مان جائیگی تو تمہیں ایک راز کی بات بتاؤں گا ایلیا۔

کس قدر اُمید بھرا خوش کن لہجہ ہو جایا کرتا تھا اس کا شیریں کے ذکر پر۔ نمی سی ایلیا کے حلق میں گھلنے لگی۔

وہ تیار ہو چکی تھی اور اب سبرینہ اس کی تعریف کرتے ہوئے محبت سے اُسکے گال چوم رہی تھی۔ یوں جیسے کسی بچے کو پچکارا جاتا ہے۔

آہ کتنی خوش نصیب تھی یہ لڑکی کہ اس کے آگے ہر ایک کی حیثیت ثانوی تھی۔ ایلیا کا دل پل بھر کو سکڑ کر رہ گیا۔

اب وہ سبرینہ کو دونوں اطراف سے تھامے سیڑھیاں اترتے ہال کی جانب بڑھ رہے تھے۔

نیچے آتی تینوں لڑکیاں اپنے آپ حسن کی مثال لگ رہی تھیں۔

سٹیج بنائے گئے حصے میں تھیم کے مطابق سفید اور گلابی پھولوں سے سجاوٹ کی گئی تھی جہاں بے داغ سفید صوفے پر اذان بیٹھا اپنے سائیڈ میں کھڑے زکوان اور زین سے کچھ کہہ رہا تھا۔

نظر اپنی طرف آتی سبرینہ پر پڑی تو اپنی جگہ سے اُٹھتا وہ خود سبرینہ کو لینے آگے بڑھ گیا۔

اس کے اُٹھنے پر کئی لڑکے لڑکیوں نے ہوٹنگ کرتے ہوئے اسے چھیڑا تھا اور بڑے فقط مسکرا دیے۔

سبرینہ کے بائیں جانب وہ کھڑی تھی۔

رائل بلیو اور آف وائٹ رنگ کے امتزاج میں ڈیسینٹ سلک کی میکسی پہنے ڈیسینٹ کا مدار دوپٹہ کاندھے کے ایک جانب ڈالے۔ سنہرے ریشمی بال سیدھے پیچھے کمر پر اور کچھ کاندھے کے ایک طرف گرائے وہ اس پل ان دو آنکھوں کو ہر حد سے بالاتر خوبصورت لگ رہی تھی۔

اس لباس میں اس کا نکھرا نکھرا سا وجود اور معصوم چہرہ اور بھی حسیں لگ رہا تھا۔

وہ سبرینہ سے دور ہو کر بوا کے پاس آ کھڑی ہوئی تھی۔اب ان سے سرگوشی میں کچھ کہہ رہی تھی۔

سبرینہ کو لیے اذان واپس سٹیج پر آ چکا تھا۔

''تو کیا تحفہ لائیں ہیں آپ جناب'' سبرینہ نے خود اپنے سامنے کھڑے اپنے من محرم کو مخاطب کیا مگر آواز بالکل دھیمی تھی۔اس کے سرگوشی کے سے انداز میں پوچھنے پر جہاں اذان بے ساختہ کھل کر مسکرایا تھا وہی زکوان نے قدم بوا سے دور کچن کی طرف جاتی شیریں کی جانب بڑھائے۔

وہ اُس آخری ملاقات سے لیکر اب تک شیریں سے بات کرنے کی کوشش کر رہا تھا اور وہ اتنی ہی شدت سے اس سے دور بھاگنے کے مواقع ڈھونڈ رہی تھی۔

اٹیالین طرز پر بنے کچن میں داخل ہوتے زکوان کی نظر سامنے اُٹھی جہاں اس کی جانب سے رخ پھیرے وہ مٹھائی کے ٹوکروں سے مٹھائی الگ کر رہی تھی۔

''میں آخری بار بہت آرام سے پوچھ رہا ہوں شیریں سکندریہ کیسی اجنبیت ہے؟''

مٹھایاں الگ کرتے اس کے ہاتھ بے ساختہ ٹھہر گئے۔

وہ اس آواز کو لاکھوں میں بھی پہچان سکتی تھی۔

مگر اسے اپنی جگہ سے ایک انچ بھی نہ ہلتا دیکھ زکوان مزید ضبط نہ کرتا آگے بڑھا۔ کہنی سے اُسے تھامے رخ اپنی جانب کیا اور وہ اسی پل ٹھہر گیا۔

سنہری کانچ آنکھوں میں تیرتی نمی نے بڑے زخمی انداز میں اس کی جانب دیکھا تھا۔ دیکھا کیا تھا بس شکوؤں کا ان کہا ڈھیر اپنی نظروں سے اس کی نظروں میں اتارتے اسے اپنی جگہ جامد کر ڈالا۔

"اتنی ناراضگی شیریں؟" کچھ پل ان آنکھوں میں دیکھتے رہنے کے بعد زکوان نے آہستہ سے اس کی تھوڑی زرا اوپر کیے دھیرے سے پوچھا۔

وہ اب بھی اس کی تھوڑی تلے ہاتھ رکھے اس کے جواب کا منتظر تھا جو ساکن نظروں سے اس شخص کا دل دھڑکا رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"نو سال کا بدلہ لینا ہے تو لڑو۔۔۔ غصہ کرو۔۔۔ مگر اس طرح بیگانگی دکھا کر جان مت نکالو یار۔" زکوان اس بار یاسیت سے التجا کر رہا تھا۔

اس کی یاسیت کا اثر تھا یا لفظوں کا سحر۔

شیریں کے لبوں نے کچھ کہنے کو حرکت کی تو اک پل کو لب پھڑ پھڑا کر رہ گئے اور پھر بلآخر وہ بول اُٹھی۔

"جب سب سے روٹھ کر گئے تھے تو بتا کر نہیں گئے کہ مجھے بھی تمہیں بھول جانا چاہیے یا یاد رکھنا چاہیے۔ پھر لوٹے تو پہلی ملاقات سے اندازہ ہوا کہ۔۔۔۔ بھول جانا چاہیے تھا۔" اپنی تھوڑی پر سے زکوان کا ہاتھ ہٹاتے ہوئے شیریں نے دل میں پنپتے شکوے کو زباں کیا دی زکوان کا دل تھم سا گیا۔

آہ۔۔۔ وہ اُسے پہلی بار میں ہی پہچان گئی تھی۔

کاش وہ بھی پہچان جاتا۔

"میں تم سے کبھی نہیں روٹھا تھا یار۔۔۔ وقت گواہ ہے کہ میں نے ہمیشہ تمہاری یاد کو اپنے گرد آکسیجن کی طرح محسوس کیا ہے۔ اپنے بیسٹ فرینڈ پر اتنا تو بھروسہ رکھو۔" زکوان مصطفی اُس کے لیے کئی پہروں وضاحتیں دے سکتا تھا۔ کاش وہ یہ بات سمجھ پاتی۔

''آپ بھائی کی شادی انجوائے کرنے آئے ہیں۔اچھے سے انجوائے کریں اور اپنی دوست کے ساتھ واپس لوٹ جائیں۔ یہاں آپ کے لیے کچھ بھی نہیں۔''زکوان کی وضاحتوں کے بدلے میں اس نے ٹھہر ٹھہر کر کہتے ہوئے اُسے اندر تک مایوس کر دیا تھا۔

وہ کتنی بدگمانی لیے جی رہی تھی۔

کیا نو سال انسان کا دل بدلنے کو کافی ہوتے ہیں؟زکوان نے اپنے آپ سے سوال کیا تھا۔

اس سرد مزاج لڑکی سے یہ سوال کرنا بھی بے سود ہی تھا۔

"میں جانے کے لیے نہیں آیا۔"

زکوان کو معلوم تھا کہ گھی سیدھی انگلی سے نکلنے والا نہیں۔شیلف سے ٹیک لگائے وہ بھی اب پل بھر میں پرانا زکوان بن گیا۔

نو سال پرانا، وہی اُسے چڑانے والا۔اس کے آگے ہٹ دھرمی سے ڈٹ جانے والا زکوان جس کا یہ حق جتاتا روپ صرف اِسی ایک لڑکی کے لئے تھا۔

''آپ کو چلے جانا چاہیے۔''بنا اس کی طرف دیکھے بڑی مشکل سے شیریں نے الفاظ ادا کیے تھے۔اسے سنتا ہوا زکوان اس بار حیران نہیں ہوا تھا۔وہ جب سے لوٹا تھا اس قدر شاک

اور حیران ہو چکا تھا کہ مزید حیرانی کی گنجائش نہیں بچی تھی۔ سو لاپرواہی جتاتا اس کے سامنے رکھی مٹھائی کی پلیٹ سے ایک کاجو کتلی اُٹھا کر کھانے لگا۔

"ہاتھ بھی مت لگانا، تمہیں بیمار حالت میں واپس بھیجنے کا الزام لینے کا ہمارا فی الحال کوئی ارادہ نہیں۔" اس سے قبل کہ وہ کاجو کتلی اُٹھاتا اپنا کام چھوڑے شیریں نے فوراً اُس کا ہاتھ پکڑے جھڑکنے والے انداز میں اسے کھانے سے روک دیا تھا۔

اور وہ اس تمام عرصے میں پہلی بار خوشگوار طور پر حیران ہوا تھا۔

اُسے اچھے سے یاد تھا کہ زکوان کو کاجو سے ایلرجی تھی۔

اُسے یاد تھا۔

یہ احساس کس قدر پر مسرت تھا۔ وہ بے اختیار اُسے دیکھ لبوں پر اُمڈتی مسکراہٹ دبا گیا۔

www.novelsclubb.com

"تم یہ خواہ مخواہ کا ڈرامہ بند کر دو نہیں تو میں یہ مٹھائی کھا لونگا اور تمہیں بھی اچھے سے معلوم ہے کہ تم مجھے نہیں روک سکتی۔" زکوان کو یہی آخری حربہ آزمانے کی سوجھی تھی اور اس کی اس حرکت پر تف اُڑاتی نگاہوں سے شیریں نے اس کی جانب دیکھا۔

پلیٹ سے ایک کاجو کتلی اُٹھائی۔ زکوان کا شیلف پر موجود ہاتھ پکڑ کر ہتھیلی سامنے کی اور کاجو کتلی اُس کی ہتھیلی پر آرام سے رکھ دی۔ وہ ہونق بنا اسے دیکھ رہا تھا۔

"اِسے کھا کر اگر تم مرنا چاہتے ہو تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ تم کھا سکتے ہو۔" دوٹوک انداز میں اسے سناتی وہ پلیٹ ہاتھ میں لیے جانے کو مڑی لیکن نظروں میں سنجیدگی کا تاثر لیے زکوان اس کی کلائی تھامے اُسے روک گیا۔

روک کر اُس نے ہاتھ نہیں چھوڑا اور اس کے مقابل آ کھڑا ہوا۔

"میں سچ میں اِس بار واپس جانے کے لیے نہیں آیا شیریں۔" زکوان کے لہجے میں کچھ ایسا تھا کہ چونک کر شیریں نے اس کی جانب دیکھا۔

آنچ دیتی نگاہوں کی تپش وہ زیادہ دیر نہیں سہہ پائی تھی۔

وہ سچ کہہ رہا تھا۔ "کیا سچ میں تم واپس نہیں جاؤ گے؟" شیریں کے بولنے کی دیر تھی زکوان لمبی سانس کھینچتا اک پل کو آنکھیں موند گیا۔

نو سال بعد۔۔۔ پہلی بار جا کر اس نے اُسے اس حیرت بھرے بچگانے انداز میں پکارا تھا۔ کوئی اطمینان سا اس کی رگوں میں اترتا چلا گا۔

مگر شیریں کے لہجے میں چھپی التجا اُسے سمجھ نہیں آئی۔

کیا وہ اُس کے رک جانے پر خوش نہیں تھی؟ وہ پوچھنا چاہتا تھا مگر مزید غلط سننے کی ہمت نہ رکھتا سوال ٹال گیا۔

"ہاں شیریں۔" کہتے ہوئے اس نے پھر شیلف سے ٹیک لگالی۔

انداز تھکا ہارا سا تھا اس بار۔

"جب سب چھوڑ کر گیا تھا تو۔ اندازہ نہیں تھا کہ چھوڑ دینا اتنا کٹھن ہو گا۔ ان نو سالوں نے مجھے نوے سالوں جتنا ضعیف کر دیا ہے۔ میں تم سے۔۔۔ بوا سے۔۔۔ بڑے دادا سے۔۔۔ اور امی جان کی یادوں سے دور رہنے کی تگ و دو میں تھک گیا یار۔۔۔ دیکھو۔۔۔ کتنا بوڑھا ہو گیا ہوں۔۔۔ اتنا کہ اپنے رس گلے کو ہی پہچان نہیں پایا۔" تھکاوٹ، ملال آزردگی۔ اس پل اس کے لہجے میں کیا کچھ نہ تھا۔ آخر میں اس نے ہلکے پھلکے انداز میں اپنی غلطی کا اعتراف بھی کر ڈالا جس پر شیریں نے تمام عرصے میں پہلی بار دھیمے سے مسکرانے کی کوشش کی۔ پھیکی ہی سہی مسکراہٹ تو لبوں پر اتری تھی۔ فلحال یہی بہت تھا۔

''اب ہم بڑے ہو گئے ہیں زکوان تم ایسے سب کے سامنے ہمیں رس گلہ نہیں بلا سکتے۔''

نو سال بعد یوں پہلی بار اس نے حق سے زکوان کو لتاڑا تو وہ لبوں پر دانت جمائے مسکراہٹ روک کر اسے دیکھنے لگا۔

''مطلب اکیلے میں تو بلا سکتا ہوں نا؟'' وہ آخر زکوان تھا۔

''بالکل نہیں۔ ہمیں یہ نام اب بالکل نہیں پسند۔'' اس نے چڑ کر زکوان کو فوراً منع کیا تھا۔

کون کہتا کہ وہ اس شخص سے کچھ دیر پہلے تک کتنی اجنبیت برت رہی تھی۔

''ارے واہ۔ کافی بدلاؤ آ گیا ہے۔ انداز بدل گئے ہیں۔ اطوار بدل گئے ہیں۔ پسند بھی بدل گئی ہے اور بتاؤ ان نو سالوں میں میرے پیچھے اور کیا کیا بدل گیا ہے؟'' قدم قدم اس کی طرف بڑھتے زکوان کے لہجے میں میٹھا میٹھا طنز اس نے بخوبی محسوس کیا تھا مگر وہ کھل کر مسکرا نہیں پائی۔

www.novelsclubb.com

''بہت کچھ، ہونے والے نواب صاحب۔ آپ کیا جانیں آپ کے بعد یہاں سب بدل گیا ہے۔'' آہستہ سے اعتراف کرتے ہوئے شیریں نے ہاتھ میں موجود مٹھائی کی پلیٹ لیے جانا چاہا تو ایک بار پھر زکوان اس کی کہنی تھامے اسے روک گیا۔

''تم بتاؤ۔۔۔کیا تم بھی بدل گئی ہو؟'' نظروں میں کئی اُمید کے جگنو لیے وہ اس کی لرزتی پلکوں کا حسیں منظر اپنی آنکھوں میں عکس بند کرتا بہت مشکل سوال کر رہا تھا۔

''پتا نہیں۔'' وہ اس سوال کے لیے شاید تیار نہیں تھی سو ٹالتی اِس بار بنا اک بھی پل ضائع کیے اس سے کہنی چھڑاتی کچن سے نکل آئی۔

وہ پیچھے خلاف توقع جواب سن کر اپنی جگہ ٹھہر سا گیا۔

کچھ غلط ہو رہا تھا۔

بہت زیادہ غلط۔

مگر کیا؟ اس کا دل بڑی زور سے دھڑکا تو وہ ہر خدشے کو جھٹکتا بے دیہانی میں شیلف پر رکھے ٹوکرے سے مٹھائی نکال کر کھانے لگا۔

www.novelsclubb.com

منہ تک جاتے ہاتھ کو اچانک اس نے روک دیا۔ ہاتھ میں کوئی اور مٹھائی نہیں کاجو کتلی ہی تھی جسے دیکھ کچھ دیر قبل والا منظر یاد کرتا وہ سب بھلائے مسکرا دیا۔

★★★★

آج شادی کا سب سے اہم دن تھا۔

دلہن آج اپنے گھر سے رخصت ہو کر لال حویل آنے والی تھی۔ آج لڑکے والوں نے برات لیکر جانا تھا۔

خوب ہلچل ہر سو مچی ہوئی تھی۔ عجب ہنگامی صورتحال میں سب یہاں وہاں دوڑ بھاگ میں مصروف تھے۔

دلہے میاں کے تو رنگ ہی نرالے تھے۔

سیاہ پلین شیروانی پہنے ایک طرف کاندھے پر قیمتی سرخ و سیاہ امتزاج کی شال ڈالے مکمل تراش خراش میں نکھرا نکھرا سا اذان نظر لگ جانے کی حد تک غضب ڈھا رہا تھا۔

آئینے میں ابھرتے عکس کو دیکھ وہ بے ساختہ مسکرانے لگا۔

www.novelsclubb.com

وہ بے پناہ خوبصورت لگ رہی تھی۔ بلڈ ریڈ لہنگے میں اُسکا سنہری روپ اُسے چاند سا روشن کیے نظر لگ جانے کی حد تک حسین بنا رہا تھا۔

سرخ رنگ اس کے دلہے کا پسندیدہ رنگ تھا۔

"تم ہمیں یوں تو ہر رنگ میں بھاتی ہو مگر، سبرینہ جب تم لال رنگ پہنتی ہو ہمارا دل چاہتا ہے تمہیں ہمارے علاوہ کوئی نہ دیکھے۔"

وہ لال رنگ پہن کر سامنے آتی تھی تو اذان یونہی اعتراف کیا کرتا تھا۔

درپن میں اُبھرتے یاد کے حسیں منظر کو تکتی وہ حیا آمیز انداز میں مسکرا رہی تھی۔

کیا زندگی کی کہانیوں میں اتنی جلدی محبت کی ہیپی اینڈنگ ہو جاتی ہے؟ وہ بے یقینی سے جھمکے پہناتی میکپ آرٹسٹ سے پوچھ رہی تھی جو اس کے سوال پر ایسے مسکرائی تھی جیسے کسی بچے کے سوال پر کوئی بڑا مسکراتا ہو۔

منظر دونوں طرف کے اس قدر مکمل تھے کہ اک پل کو محبت نے بھی ڈر کر انکی نظر اُتاری ۔jh

وہ کلائی میں گھڑی باندھ رہی تھی جب زکوان اس کے دروازے پر دستک دیتا اندر داخل ہوا۔

''یہ دیکھو یار۔۔۔ جلدی بتاؤ اِن دونوں میں سے کون سا بروچ لگاؤں۔''سوال کرتا وہ آگے بڑھا تو بیڈ کی جانب کھڑی ایلیا بھی مسکرا کر اس کی طرف بڑھنے لگی مگر۔۔۔ وہ اس کے پاس سے گزر کر کلائی میں گھڑی باندھتی شیریں کی طرف بڑھتا اُسے گنگ چھوڑ گیا۔

وہ گھڑی پہن چکی تھی اب زکوان کی طرف متوجہ ہوئی۔

''ہمیں نہیں پتا جو اچھا لگے لگا لو۔''لاپرواہی سے کہتی وہ باہر کی طرف بڑھنے لگی مگر زکوان اس کی راہ میں حائل ہوتا راستہ روک گیا۔

''دیکھو نا یار ضد مت کرو دیر ہو رہی ہے۔''زکوان بھی ضد کرتا وہی کھڑا رہا۔

ایلیا یاسیت سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

بے ساختہ اُسے یاد آیا کبھی نیویارک میں وہ جب اپنی پسند کی شرٹ اس کے لیے خرید کر لاتی تھی تو وہ لینے سے منع کر دیتا تھا۔

میری عادت ہے یار میں صرف اپنی مرضی کی ہر چیز پہنتا اور خریدتا ہوں۔ تم یہ تکلف مت کیا کرو۔

یاد کرتی وہ جیسے خود پر ہی ہنس دی تھی۔

چار و ناچار شیریں کو رک کر مخملی ڈبے کی طرف نگاہ ڈالنی پڑی۔

جہاں دو بیش قیمتی بروچ رکھے ہوئے تھے۔ایک ایک کر کے دونوں کو دیکھنے کے بعد اس نے ایک اٹھا کر زکوان کی جانب بڑھایا۔

''یہ لو یہ لگالو۔''جلدی میں اسے تھما کر وہ جانے لگی مگر وہ بھی زکوان تھا اپنی ضد منوانے میں ماہر۔پھر سے اسکا ہاتھ تھامے اسے روک گیا۔

''اب لگا بھی دو۔یاد ہے بڑے دادا جب الیکشن کیمپین میں جاتے تھے تو تم انہیں بروچ لگانے کی ضد کیا کرتی تھی۔''زکوان نے بھی کیا دن یاد دلا دیے تھے۔

''اور وہ کبھی نہیں لگانے دیتے تھے۔ان لکی لوگوں سے شبھ کام نہیں کروانا چاہیے۔ نقصان ہو جاتا ہے۔''اُداسی سے کہتی وہ آخر میں طنزیہ لہجہ اپنا گئی۔

''میں تو لگانے دے رہا ہوں نا۔پلیز لگا دو۔باقیوں کا نہیں پتا میرے لیے تو تم لکی ہی ہو یار۔''اس کے ہاتھ میں خود بروچ تھمائے وہ بنا جتائے کیسے مان بخش رہا تھا۔

ناچاہتے ہوئے بھی وہ ہار مانتی بروچ کی پن کھولنے لگی۔

زکوان کی نظریں اس کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔

بھٹک بھٹک کر اس کی نظر ایک طرف کو چہرے کے اطراف میں جھولتی سنہری لٹ پر ٹھہر جاتی تو دل میں ابھرتی خواہش کو دبائے وہ نگاہ ہٹانے کی بھرپور کوشش کرتا۔

"آج تو لگا رہے ہیں۔اب خود اپنے لیے چیزیں پسند کرنے کی اور اپنے کام کرنے کی عادت ڈال لو زکوان۔ہم ہر بار تمہارے ساتھ نہیں ہو سکتے۔" نجانے کیوں وہ باتوں باتوں میں اسے کچھ جتا رہی تھی۔زکوان کے لیے جیسے اس پل اور کچھ بھی اہم نہ تھا۔بروچ لگا کر وہ دور ہٹ چکی تھی۔

"ہو گیا۔" ایک نظر ڈال کر اس نے زکوان سے کہا اور باہر کی جانب بڑھ گئی۔

اسے جاتا دیکھ مسکراتے لبوں سے کوئی دھن سی بجاتا وہ بھی باہر کی طرف بڑھنے لگا جہاں راستے میں ہی ایلیا ایستادہ تھی۔

"واؤ۔اچھی لگ رہی ہو یار۔انڈین ڈریسنگ تمہیں زیادہ جچتی ہے۔" ہلکے پھلکے انداز میں زکوان نے تعریف کی اور باہر کی جانب قدم بڑھاتا اسے ایک بار پھر اندر سے خالی کر گیا۔

مٹھیاں بھینچے خود پر ضبط کرتی وہ بھی ان کے پیچھے نکل آئی۔

★★★★★

لال حویلی کے پورچ سے شروع ہوتی گاڑیوں کی قطار بڑے سیاہ گیٹ سے بھی باہر جا کر کہیں ختم ہوتی تھی۔

سب سے آگے کی گاڑی کی جانب بڑھتے بڑے دادا اور بوا کے پیچھے زکوان اذان کو لیے آگے بڑھا۔

بڑے دادا اور زرینہ بوا گاڑی میں بیٹھ چکے تو گاڑی شیرازی مینشن کی طرف رواں دواں ہو گئی۔

دوسری گاڑی میں اذان زکوان ایلیا اور شیریں نے نکلنا تھا۔اذان سامنے پیسنجر سیٹ پر بیٹھنے لگا کہ یک دم اُسے اک جھٹکہ سا لگا۔

فضا میں کچھ دیر پہلے گونجتا باراتیوں کا شور پل بھر میں تھم سا گیا۔

www.novelsclubb.com

سکتہ ہر سو طاری ہوتا چلا گیا۔

تبھی ایک اور زوردار چنگھاڑتی آواز فضا میں گونجی سب کا دل دہلا گئی۔

اسی سیکنڈ تیز برچھی نما شہ اذان کے سینے کو چیرتی اس کے دل کی جگہ پر پیوست ہوتی چلی گئی۔

درد، جلن اور گوشت چیرے جانے کا کرب ناک احساس اذان کو ادھموا کرنے لگا۔

اک پل میں آگ سی آگ اسے اپنے بدن میں رینگتی محسوس ہو رہی تھی۔

پہلے وار میں سکتہ اور دوسرے وار میں اُسکے آس پاس کا منظر دھندلا ہونے لگا۔

درد کی تاب نہ لاتا وہ گاڑی کے کھلے ہوئے دروازے پر اوندھے منہ گرتا سب کے ہوش اُڑا گیا۔

"بھائی جان۔" اس کے یوں گرنے پر تیزی سے دوسری جانب کو بھاگ کر آتے زکوان نے چلا کر اُسے پکارا۔

سیاہ شیروانی سینے کی جگہ پر بھیگتی سفید چمچماتی بے داغ پورشیو کے دروازے کے اِس حصے کو اس پل سرخ رنگ سے داغدار کرتی چلی گئی جہاں اذان منہ کے بل گرا تھا۔

www.novelsclubb.com

آس پاس کے تمام مناظر جیسے بے جان ہونے لگے۔

زکوان اذان کو کاندھے سے تھامے کھڑا کر رہا تھا جب وہ واپس جھولتا زکوان کے کاندھے سے جا لگا۔

شیریں کی لرزتی ہوئی چیخ نے دلوں کو سہاڈالا۔

آئینے کے سامنے بیٹھی سبرینہ کے دل نے ایک ساتھ کئی بیٹ مس کیے۔

سینے پر دل کی جگہ ہاتھ رکھے سبرینہ اپنی جگہ سے اٹھی۔

دل عجیب بوجھل انداز میں دھڑک رہا تھا۔ جیسے شریانوں میں خون گھٹ گھٹ کر بہہ رہا ہو۔

حلق اچانک بھاری سا محسوس ہونے لگا تو وہ بالکنی کی طرف دوڑی۔

نیچے پورا دالان فیری لائیٹس اور دیوں سے جگمگا رہا تھا۔

گیٹ کے پاس بھی کافی رش تھا۔

بارات کے آنے کی تیاری ہو رہی تھی شاید۔ کھلی فضا میں اس نے سانس پھیپڑوں میں بھرنی چاہی مگر سانس تو جیسے حلق سے اُترنے کو تیار ہی نہ تھی۔

کیا اس کی جان نکل رہی تھی؟

کیا جان ایسے نکلا کرتی ہے۔

وہ زندہ ہو کر بھی بے جان محسوس کر رہی تھی۔

کیوں؟

بھائی جان۔۔۔بھائی جان اٹھو۔زکوان اس کو سہارا دیے چہرہ تھپتھپا رہا تھا۔سب کے ہوش ٹھکانے لگنے لگے۔

بڑے دادا اور زرینہ بوا کی گاڑی تو نکل چکی تھی۔

وہ بے دم سا اپنے جان سے عزیز بھائی کو پچھلی سیٹ میں ڈال رہا تھا۔شیریں دوسری طرف سے آ کر اذان کا سر گود میں رکھتی اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں لیے اسے ہوش دلانے کی کوشش کرتی مسلسل رو رہی تھی۔

گاڑی لال حویلی کی روش پر دوڑتی چند سیکنڈ میں گیٹ پار کیے نکل گئی تو اندر سے نواب مصطفی ہڑ بڑا کر نکلے۔

www.novelsclubb.com

گڑ بڑ کا احساس انہیں جلدی باہر کھینچ لایا تھا ورنہ ان کے ساؤنڈ پروف کمرے میں کہاں کچھ پتا چلتا تھا۔

وہ تو بڑے بیٹے کی شادی میں آج خوب تیاری سے شرکت کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔

یہ کیا ہو رہا تھا۔

بارات کے لیے سجائی گئی گاڑی نکل کر جا چکی تھی مطلب اذان چلا گیا تھا۔

اس بات سے انجان کے گاڑی دلہن کی بارات لینے نہیں ہسپتال ان کے بیٹے کی زندگی بچانے کو نکلی تھی۔

تو یہ کیا واویلا ہو رہا تھا؟

یہ کیسی آہ وزاری مچی ہوئی تھی۔

ان کا دماغ ماؤف ہونے لگا۔

زاہد تبھی ہانپتا ہوا ان تک پہنچا۔

"نواب صاحب۔۔۔اذان صاحب کو۔۔۔۔گولی۔۔۔گولی لگی ہے۔" زاہد کے پھٹے پھٹے لہجے میں ادا ہوتے الفاظ نواب مصطفیٰ کو سن کر گئے۔

وہ عام انسانوں کی طرح کمزور نہ تھے۔

www.novelsclubb.com

جنہیں بیوی پر گولی چلانے کے غم نے نہ رُلایا تھا بیٹے کی دوری کے غم نے نہ ہرایا تھا وہ کیسے کمزور ہو سکتے تھے۔

مگر اک باپ کے اندر اس پل کچھ بری طرح ٹوٹتا چلا گیا۔

"گاڑی نکالو۔۔۔زاہد جلدی گاڑی نکالو۔۔۔ہمیں ہمارے بیٹے کے پاس جانا ہے جلدی۔۔۔"انہیں خود احساس نہ ہوا کہ لیے دیے رہنے والے وہ آج کس طرح بے بسی سے چلا رہے تھے۔

وہ اس پل بھوپال کے نواب نہ تھے۔

وہ اس پل اک لاچار باپ تھے جن کا بیٹا عین شادی کے روز موت کے منہ میں ڈال دیا گیا تھا۔

گاڑی کے ہارن پر اس نے چونک کر نیچے گیٹ کی جانب دیکھا۔

سیاہ سوک اندر داخل ہو رہی تھی۔

لال حویلی کی جانی پہچانی گاڑی۔آہ تو اس کی بارات آ ہی گئی۔

اس کا دلہا اسے لینے آ گیا ہے۔ کس قدر خوش کن احساس تھا مگر۔۔۔

وہ خوش نہیں ہو پا رہی تھی۔

کیوں؟

دل کا بوجھ کم کیوں نہیں ہو رہا تھا۔ سینے پر ہاتھ رکھے دلہن کے سراپے میں وہ بے چین سی یہاں وہاں ٹہل رہی تھی۔

چین کسی طور نہ آیا تو واپس کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

محبت نے افسوس سے اس بیچاری کی بیچینی کو اپنے اندر جذب کیا اور نظریں چراتی منظر سے اوجھل ہوئے اسے تنہا چھوڑ گئی۔

★★★★

www.novelsclubb.com

ہسپتال کی راہداری میں آپریشن تھیٹر کے باہر کھڑا وہ بے جان محسوس کر رہا تھا۔

یا شاید اس کے محسوس کرنے کی حس ہی بے جان ہو چکی تھی۔

آنسوؤں کو ہتھیلی کی پشت سے بار بار صاف کرتی لرزتے وجود سے وہ بھی اُسی راہداری میں ٹہل رہی تھی۔

اذان کی سرجری کی جارہی تھی۔

تبھی نواب مصطفیٰ اور ان کے پیچھے ہی ایر پورٹ سے سیدھا ہسپتال کی طرف آتے نواب سکندر موجود تھے۔

''میرا بیٹا ٹھیک ہے ناز کوان۔؟''انہوں نے آتے ہی زکوان کو کاندھوں سے تھامے سوال کیا۔

ان کا لہجہ ایسا تھا جیسے وہ صرف مثبت جواب سننا چاہتے ہوں۔

برسوں جس باپ سے ناراضگی لیے زکوان پرائے دیس جا بیٹھا تھا آج نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ۔بے ساختہ ان کے گرد بازو لپیٹے کاندھے پر سر رکھے آنکھیں موند گیا۔

بند آنکھوں کے کناروں سے کئی اشک بہتے اس کی داڑھی میں جذب ہوتے چل گئے اور نواب مصطفیٰ اپنی جگہ سن کھڑے رہ گئے۔

نواب سکندر نے آگے بڑھ کر دونوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے مضبوط رہنے کی تسلی دی۔

تبھی کونے میں بیٹھی شیریں نے باپ کو کن انکھیوں سے دیکھا۔

کاش وہ بھی اس پل سب بھلائے اسے سینے سے لگا لیتے۔

مگر وہ سکندر حسین تھے۔ان کا دل کہاں نرم ہوتا تھا۔ناامید ہی وہ آنکھیں واپس موندتی کئی آنسو اپنے اندر اُتار گئی۔

(چچا جان آپ کو کوئی حق نہیں کہ آپ میری بہن پر ہاتھ اُٹھائیں۔)

اسے یاد آیا کس طرح اذان سکندر اور اس کے درمیان حق سے آ کھڑا ہوا تھا جب سکندر نے اس پر ہاتھ اُٹھایا تھا۔

(بابا یہ کوئی غلام نہیں ہے بہن ہے میری۔آئندہ اذان کے ہوتے ہوئے کوئی اس پر روک ٹوک نہیں کرے گا۔)

www.novelsclubb.com

نواب مصطفی کے آگے کھڑا وہ اس پر ہوتے ظلم پہ طیش سے بپھر رہا تھا۔

(چھوٹی تم مجھے سب سے زیادہ عزیز ہو۔

زکوان سے بھی زیادہ؟اس نے آنکھیں بڑی کیے پوچھا تھا۔

ہاں بھئی۔اس اُلو سے بھی زیادہ۔"ہنستے ہوئے اذان نے اسے مان بخشا تھا۔)

ایسے کئی مان بخشتے لاڈ اُٹھاتے منظر اس کی یادداشت میں تازہ ہوتے جا رہے تھے اور وہ اور سسکتی جا رہی تھی۔

ہاہ۔۔۔آج ایک اور اپنا اسے کھو جانے کے خوف میں مبتلا کیے ہوئے تھا۔

تین گھنٹے گزر چکے تھے کہ تبھی او۔ٹی کی لائٹ بند ہو گئی۔کچھ دیر میں ہاتھوں سے دستانے اُتارتا سرجن باہر نکلا۔

شیریں،زکوان سمیت سب اس کی جانب تیزی سے لپکے۔

"بہت پیچیدہ زخم آئے ہیں نواب صاحب گولی دل کے بہت پاس لگنے سے دل کی شریانیں متاثر ہوئی ہیں۔ابھی کچھ کہہ نہیں سکتے۔ہوش میں آجانے دیں۔۔۔۔باقی اوپر والے سے دعا کریں۔"سرجن کے چہرے کا تاثر بالکل سرد تھا سپاٹ البتہ لفظوں میں زرا نرمی تھی۔وہ روز ایسے معاملات دیکھنے کے عادی ہو گئے تھے شاید۔

وہ بتا کر وہاں سے جا چکا تھا۔

سانس حلق میں اٹک جایا کرتی ہے تو دل کیسے پتھر کی طرح بھاری ہونے لگتا ہے۔ وہ سب بھی ایسی ہی کیفیت کا شکار تھے سوائے سکندر حسین کے جن کے تاثر بالکل سپاٹ تھے۔

•★★★★

بڑے دادا اور زرینہ بوا کی بے چینی حد سے سوا ہونے لگی تھی۔ نہ کوئی دوسری طرف کال اُٹھا رہا تھا نہ اب تک اذان کو لیکر وہ لوگ پہنچے تھے۔

سبرینہ اپنے سرخ جوڑے میں ملبوس اپنی عجیب ترکیفیات خود میں سمیٹتی اذان کا بے قراری سے انتظار کر رہی تھی۔ مہمان اب چہ میگوئیاں کرنے لگے تھے۔

گھر کے پچھلے وسیع لان میں ہی فنکشن ترتیب دیا گیا تھا جو کسی گراؤنڈ سے کم نہ تھا۔ مگر رفتہ رفتہ مہمان چھٹنے لگے تھے۔

''زرینہ یہ کیا طریقہ ہے۔ ایک گھنٹے سے زائد ہو گیا ہے۔ کہاں ہے آپکا بیٹا؟'' شہرین شیرازی کے چہرے پر خاصی تشویش ظاہر ہو رہی تھی۔ ان کی بیٹی کی بارات کا کچھ اتا پتا نہیں تھا۔

زین کال ملا ملا کر تھک چکا تھا۔ کبھی اذان کو اور کبھی زکوان کو مگر جواب ندارد۔

تبھی اسے شیریں کو کال کرنے کا خیال آیا اور اس نے نمبر ڈائل کیے بیچینی سے فون ایک بار پھر کان سے لگایا۔

وہ راہداری کے باہر تھے جب آئی سی یو سے ایک عدد ڈاکٹر نکل کر ان کی جانب بڑھنے لگے۔ زکوان ان سے پہلے تیزی سے فاصلہ عبور کیے ان تک پہنچ گیا تھا۔ ''میرا بھائی ٹھیک ہے نا ڈاکٹر؟'' زکوان کے سوال پر اک لمحے کو نظریں چرائی گئیں۔

''ڈاکٹر اذان کو ہوش توقع کے خلاف بہت جلدی آگیا ہے۔ مگر ان کے وائٹلز اب بھی ٹھیک نہیں ہیں۔'' زکوان اور نواب مصطفی کو دیکھ ڈاکٹر کہہ رہا تھا۔

''ہم مل سکتے ہیں نا ڈاکٹر؟'' زکوان نے بنا سوچے سمجھے عجلت میں سوال کیا تھا۔ وہ کسی بھی طرح اپنے بھائی کو زندگی سے بھرپور دیکھنا چاہتا تھا۔

''وہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں چھوٹے نواب۔'' ڈاکٹر نے زکوان کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھتے ہوئے کہا جس پر زکوان نے مزید کچھ سنے بنا ہی قدم دروازے کی جانب بڑھا لیے۔

''آپ نہیں نواب صاحب۔ معذرت کے ساتھ اس وقت ڈاکٹر اذان کی حالت کافی تشویشناک ہے۔ انہوں نے ملنے کی ضد کی اس لیے چھوٹے نواب کو بھیجنا پڑا۔ آپ ابھی

نہیں مل سکتے۔"نواب مصطفی بھی آئی سی یو کی طرف بڑھے تھے کہ ڈاکٹر نے معذرت خواہانہ انداز میں انہیں روک لیا۔

دروازہ کھولتے ہی ماحول یکسر بدل چکا تھا۔

دوائیوں کی نتھوں میں گھستی تیز بو مشینوں کی ماحول کو عجیب ساکن کرتیں ٹک ٹک آوازیں۔دائیں جانب موجود سفید سٹریچر۔

اوراس پر نالیوں میں جکڑا اذان مصطفی کا بے سدھ وجود۔

بڑے بھائی کو ایسی حالت میں دیکھ اذان کا دل کٹ کر رہ گیا۔قدم قدم وہ اس کی جانب بڑھانے لگا۔جو خود اس ہسپتال کا جانا مانا ڈاکٹر تھا آج اسی ہسپتال میں نالیوں میں جکڑا مصنوعی سانس کے زریعے زندہ رہنے کی کوشش کر رہا تھا۔

وہ اذان کے سٹریچر کے ایک جانب کھڑا اُس کے آکسیجن ماسک لگے زرد پڑتے چہرے کو محبت بھری نظروں سے تک رہا تھا۔

کتنا ہشاش بشاش تھا یہ چہرہ۔ چند ساعت قبل کتنی رونق تھی اس چہرے پر۔ اب ویرانی کے سوا کچھ نہ تھا۔ زکوان کا پہلو میں گرا ہاتھ اذان کے چہرے کی طرف بڑھا جو آنکھیں موندے ہوئے تھا۔

چہرے پر ہاتھ رکھتے اس نے بڑی دقت سے ''بھائی۔'' کہہ کر پکارا۔

اذان کی آنکھیں زرا ہلیں اور پھر آہستہ سے کھلتی چلی گئیں۔

آنکھ کے کنارے سے ایک نیر اس تمام عرصے میں پہلی بار اپنا ضبط کھوئے بہتا اذان کے گاؤن میں جذب ہو کر رہ گیا۔

''زک۔۔۔زکوان۔'' لبوں نے زرا سی حرکت کی اور بولنے کے سبب سینے میں یک دم درد سا اُٹھنے لگا۔

''بھائی جان آپ ٹھیک ہیں نا۔ آفکورس۔ آپ ٹھیک ہی ہونگے آپ کو کچھ نہیں ہونے دیں گے ہم۔ آپ بولیے مت آرام کیجیے۔'' زکوان اذان کے چہرے پر ایک ہاتھ رکھے دوسرے ہاتھ سے کینولہ لگے ہاتھ کو اپنے چہرے سے لگائے اذان سے زیادہ خود کو تسلی دے رہا تھا۔ آواز میں زرا سی لرزش محسوس ہوتی تھی۔

''آج۔۔۔بول۔۔۔نے۔۔۔دے۔۔۔زکی۔۔۔''اذان نے ٹوٹے پھوٹے الفاظ ادا کیے تو اس کے لہجے میں التجا دیکھ اذان تڑپ اُٹھا۔''بولو نا بھائی جان۔''وہ اذان کو بھلا کب ٹالتا تھا۔

''ن۔۔۔ن۔۔و۔۔۔سال۔۔۔بعد۔۔۔تجھے۔۔۔دیکھ۔۔کھا۔۔۔تو۔۔۔''بولتے ہوئے سانس اُکھڑنے لگی۔وہ آکسیجن ماسک اُتار چکا تھا تو تکلیف اور بڑھنے لگی تھی۔

''سوچا تھا۔۔۔اب۔۔۔دور۔۔نہیں جانے۔۔۔دوں۔۔آآآ۔۔۔دوں گا۔''جس قدر تکلیف لیے وہ بول رہا تھا اذان کے آنسو روانی سے بہتے جا رہے تھے۔

''قسمت۔۔۔نے۔۔۔تو۔۔۔مجھ۔۔۔مجھ۔۔۔ہے۔۔دور۔۔کر دیا۔''اذان بولتے بولتے تھک گیا تو جملہ مکمل کیے اک پل خاموش ہوا۔

سانس بھاری ہونے لگی تھے۔دم گھٹنے لگا تھا مگر اسے آج بولنا تھا۔

''زکی۔۔۔بابا۔۔۔کو۔۔۔مع۔۔اف۔۔کر دے۔۔۔بھا۔۔ئی۔۔کک۔۔کے۔۔لیے ۔۔۔معاف۔۔۔''جو سانسیں بنا کسی دقت کے لی جاتی ہیں وہ آج کوشش کے باوجود تسلسل توڑ رہی تھیں۔

"بھائی پلیز۔۔۔" زکوان کے لہجے میں التجا در آئی۔ وہ اس کی تکلیف چہرے پر محسوس کر پا رہا تھا۔ وہ اسے خاموش کروا کر کہنا چاہتا تھا کہ بعد میں کر لیں گے سب باتیں مگر کہیں اندر وہ اسے خاموش کروانے سے ڈر رہا تھا۔

"چھوٹی۔۔۔ اکیلی ہو گئی ہے

زکی۔۔۔ سک۔۔ کندر۔۔ چچا۔۔ سے۔۔ بچا لینا۔۔۔ میری۔۔۔ سب۔۔۔ سبرینہ۔۔ کو

۔۔۔ سن۔۔ بھال۔۔۔ لینا۔۔۔ ان۔۔۔ دونوں

کو۔۔۔ کبھی۔۔۔ کبھی۔۔۔ ٹوٹ۔۔۔ نے۔۔۔۔ مت۔۔۔ ہاہ۔۔۔" اور حد سے زیادہ بولنے پر دل نے بھی جواب دیتے سانسوں کا تسلسل توڑ دیا۔

بات مکمل ہونے سے قبل لمبی سانس کھینچتا وہ ایک جھٹکا کھائے ایک طرف کو لڑھکتا بے سدھ ہو گیا۔

www.novelsclubb.com

"بھائی۔۔۔" دھڑکتے دل سے زکوان نے اس کا چہرہ تھپتھپایا۔۔۔ ہوش دلانے کو اسے کئی بار پکارا مگر جانے والے پکار کب سنتے ہیں۔

اذان مصطفی حسین دنیا چھوڑ کر جا چکا تھا۔

"بھائی" کرب سے بلکتا وہ اذان کے سینے پر سر رکھے بکھرتا چلا گیا۔ مم ماں کے بعد اذان بھی اسے تنہا چھوڑ کر چلا گیا۔

آج کا دن جشن سے ماتم میں تبدیل ہو چکا تھا۔

وہ ماتم جس کا اختتام نجانے کب ہو۔

★★★★

ہسپتال کی راہداری میں کوئی وجود داخل ہو رہا تھا۔

سرخ جوڑے میں ملبوس ننگے پیر ایلیا کے سہارے آگے بڑھتی وہ سبرینہ تھی۔

اذان کی سبرینہ۔ وہ تو اسے آج ہمیشہ کے لیے اپنے ساتھ لیجانے کو آ رہا تھا۔

آج تو محبت کی اس کہانی کو ہیپی اینڈ نگ ملنے والی تھی۔

www.novelsclubb.com

اینڈ نگ۔۔۔۔

اینڈ۔۔۔

اختتام۔۔۔ تو ہو گیا تھا کہانی کا۔۔۔

بھیانک۔۔۔دردناک۔۔۔ہجر زدہ۔۔۔اختتام۔

زرینہ بوا، بڑے دادا، شہرین اوران سے آگے زین العابدین بھی تیزی سے راہداری عبور کیے آگے بڑھ رہے تھے۔

بڑھتے ہوئے تمام قدم ایک دم اپنی جگہ ساکت رہ گئے۔

آئی سی یو کا دروازہ کھل گیا تھا۔سفید چادر سے ڈھکا وجود سٹریچر پر باہر لایا جارہا تھا۔

سفید لباس جس پر جگہ جگہ سرخ داغ لگے تھے میں ٹوٹا بکھرا ساز کوان ایک طرف چلتا ساتھ آرہا تھا۔قدرت نے جیسے ہر منظر کو سست روی میں ڈال دیا تھا۔جیسے آس پاس سناٹا سا چھا چکا تھا۔

سرخ جوڑے میں ملبوس وہ پیر جمائے اسی سمت تک رہی تھی۔

پتھرائی ہوئی عجب بے جان آنکھیں سٹریچر پر لیٹے وجود پر ٹکی ہوئی تھیں۔

راہداری میں کسی کے سسکنے کی، پھر رونے کی اور پھر بلکنے کی آوازیں بڑھتی چلی گئیں۔

شیریں اپنے جان سے پیارے بھائی سے لپٹ کر رو رہی تھی۔ زکوان شل سا اپنی جگہ کھڑا تھا۔ زین بے یقین سا اپنے جان سے عزیز دوست کو اٹھنے کا کہہ رہا تھا۔۔ ایلیا کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

نواب مصطفی بیٹے کو پکارنے کی کوشش کر رہے تھے۔ زرینہ بوا اپنی جگہ کھڑی خاموش آنسو بہا رہی تھیں۔

جانے والا سب کو رُلا کو جا چکا تھا۔ ہسپتال کی راہداری میں اترتے سوگ نے تھکے ہارے ہوئے انداز میں سب کو تکا تھا۔ یوں جیسے کئی ایسے ماتم دیکھ کر کوئی تھکن سے چور ہو جاتے ہیں۔

آہ وزاری ہر سو مچی تھی مگر۔۔۔ درمیان میں کھڑا سرخ جوڑے میں ملبوس وجود۔

وہ اب بھی پتھر کی مورت بنا ہوا تھا۔

بے حس و حرکت۔۔۔

شاید کبھی نہ پگھلنے والی مورت۔

★★★★

آج اذان کی موت کو ہفتہ گزر چکا تھا۔لال حویلی کے بڑے سے دالان میں میڈیا پورٹرز کا جمِ غفیر اکھٹا ہو رکھا تھا۔سامنے لمبی سی میز کے دوسری جانب لگی کرسیوں پر لال حویلی کے مرد براجمان تھے۔

اذان قتل کیس کی ایف۔آئی۔آر درج کی جا چکی تھی اور آج نواب سکندر کے مشورے پر پریس کانفرنس بلائی گئی تھی۔

میڈیا پورٹرز کی آوازیں،کیمرہ کی فلیشز۔۔۔۔ہر سو ہلچل سی مچی ہوئی تھی۔

ان کی قسمت کا تقاضا تھا کہ وہ تنہا رہ کر اپنے غم منانے کا حق نہیں رکھتے تھے۔وہ یہاں کے نواب اور سیاسی حلقے سے تعلق رکھنے والے لوگ تھے۔ان کی زندگی کے متعلق ہر خبر جاننا پبلک کا حق تھا۔

جس کا انتظار تھا وہ گارڈز کی تعین میں چلتے ہوئے وہاں آ چکے تھے۔نواب مصطفی سفید شلوار قمیص پر سیاہ واسکٹ پہنے میز کی دوسری جانب لگی کرسیوں میں سے ایک پر آ بیٹھے تھے۔

نواب حسین نواب مصطفی اور نواب سکندر کے ساتھ ہی زین العابدین نشست سنبھالے ہوئے تھے۔ زکوان وہاں موجود نہیں تھا اور یہ دیکھ نواب مصطفی پیچ وتاب کھاتے رہ گئے۔

''نواب صاحب آپ کے بیٹے کی کسی سے دشمنی تھی؟ یا وہ آپ کی کسی دشمنی کے بھینٹ چڑھا دیے گئے؟

نواب صاحب آپ کیا کہنا چاہیں گے ڈاکٹر اذان کا قتل کس بنا پر کیا گیا؟

آپ کے بیٹے کو عین شادی والے دن مارا گیا آپ کیا سٹینڈ لیں گے۔

عجیب وغریب سوال میڈیا والوں کی طرف سے اُچھالے جا رہے تھے جس پر زین مٹھیاں بھینچے ضبط کر رہا تھا اور نواب مصطفی تحمل سے جواب دے رہے تھے۔ یہ ان کا کام تھا۔

بالکنی سے یہ سب تماشہ دیکھتے زکوان کا دل درد سے پھٹنے لگا۔

اس کے بھائی کو گزرے ہفتہ بھی نہ ہوا تھا کہ اپنے سیاسی کریئر اور نواب خاندان کی ساخت مضبوط کرنے کے لیے اس کی موت کو استعمال کیا جانے لگا تھا۔ ہمدردیاں دلاسے اور اس سب سے بڑھ کر ووٹ۔۔۔ وہ تلخی سے سوچتا سر جھٹک کر کمرے کی طرف بڑھ آیا۔

★★★★

رخصتی نہ ہونے کے باعث سبرینہ کی عدت کا کوئی معاملہ نہیں تھا۔ مگر اذان کی موت سے لیکر اب تک وہ یونہی خاموش اپنے کمرے میں قید رہنے لگی تھے۔

لال حویلی سے شیریں اور ایلیاز رینہ کے ساتھ آجایا کرتے تو وہی کمرے میں مل لیا کرتے تھے۔

ملنا بھی کیا تھا وہ اب کچھ بولتی ہی کہاں تھی۔

''سبرینہ دیکھو تم سے ملنے کون آیا ہے۔ آؤ شیریں بچے اندر آؤ'' آج شیریں اکیلے اس سے ملنے آئی تھی۔'' کمرے میں داخل ہوتی سبرینہ کے ہاتھوں میں آج سرخ گلابوں کا گلدستہ تھا۔ نم آنکھوں میں یاسیت لیے لبوں پر زبردستی کی مسکراہٹ سجائے وہ کمرے میں داخل ہوئی۔

www.novelsclubb.com

''سبرینہ دیکھو ہم آپکے لیے کیا لائے ہیں؟'' شیریں نے بدقت تمام لہجہ مضبوط کیے رکھا ۔ مگر سبرینہ خاموشی سے رخ پھیرے لیٹی رہی۔

''ارے واہ۔۔اذان بھیا تو کہتے تھے کہ سبرینہ کو منانا ہو تو سرخ تازہ گلاب۔۔۔''شیریں بول رہی تھی کہ سبرینہ نے ایک جھٹکے سے اٹھ کر رخ اس کی جانب کیا تھا۔

''اذان۔''بنا آواز کے لبوں نے آج کئی ماہ بعد جنبش کی تھی۔خشک آنکھوں میں اُمید جاگ اٹھی تھی۔

خود پر سے کمفرٹر ہٹاتی وہ اُٹھنے لگی۔قدم دروازے کی طرف لڑکھڑاتے ہوئے بڑھنے لگے تھے۔دہلیز پر رکتے اس نے یہاں وہاں دیکھا۔

پھر مڑ کر شیریں کی جانب سوالیہ نظروں سے دیکھا اور شیریں سکندر کا دل اس مغموم لڑکی کی حالت پر کٹ کر رہ گیا۔

نم آنکھوں سے ایک موتی ٹوٹ کر گال پر آ گرا تو وہ نظریں چرا گئی۔

سبرینہ کی نظروں میں موجود سوال کا جواب نہیں تھا شیریں کے پاس۔وہ نظریں امید لیے پوچھ رہی تھیں۔

کہاں ہے اُس کا اذان؟ پھول سائیڈ پر رکھتی وہ اُس کی جانب بڑھی۔

سبرینہ بھی اب اس کی طرف بڑھنے لگی۔

اذان کہاں ہیں؟آئے ہیں کیا؟''بہت عرصے بعد بولنے کے باعث آواز بہت مدھم تھی۔

''یہاں بیٹھیے۔''کاندھوں سے تھامے اس نے سبرینہ کو بیڈ پر بٹھایا۔

کوئی ڈر کر سبرینہ کے آگے اذان کا نام ہی کہاں لیتا تھا۔

آج کئی عرصے بعد اذان کا نام سن کر بے جان وجود میں جان پھونک دی گئی تھی۔

''باجی آپ کو پتا ہے نا۔۔۔اذان بھائی جان کو آپ سے کتنی محبت تھی۔''اسے ساتھ لگائے بالوں میں ہاتھ پھیرتے شیریں آہستہ آہستہ بول رہی تھی۔

''انہیں آپ تکلیف میں دیکھنا چاہتی ہیں؟''سبرینہ نے بے ساختہ سر نفی میں ہلایا تھا۔

''پھر سچ کو مان کر ان کی تکلیف کم کر دیں نا۔۔۔آپ کی یہ برف جمی آنکھیں اذان بھائی کو سکون نہیں دینگی۔وہ آپ کے پاس ہی ہیں سبرینہ۔''شیریں یونہی اس کے بال سہلاتی اسے پچکارتے ہوئے مدھم لہجے میں کہتی جا رہی تھی اور خاموش آنسو روانی سے آنکھوں سے بہتے جا رہے تھے۔

www.novelsclubb.com

اس کا دکھ کیا کم تھا جس نے اپنا مسیحا اپنا بھائی کھو دیا تھا۔

مگر وہ اپنے بھائی کی محبت کو زندہ رکھے گی۔اُسے جینا سکھائے گی۔وہ یہ عظم کر چکی تھی پھر چاہے اسے کچھ بھی کرنا پڑے وہ کر گزرے گی۔

''بھائی کی روح کو سکون چاہیے سبرینہ۔۔۔آپ ان کی۔۔۔۔موت۔۔۔کا یقین کر کے انہیں سکون دے دیں۔''سبرینہ اس کے سینے سے لگی اس کے الفاظ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

''کیا یہ برا خواب نہیں شیریں۔؟''اک آس لیے حلق تر کرتی سبرینہ نے شیریں کو دھیرے سے مخاطب کیا تو وہ بھی کرب سے آنکھیں میچ گئی۔

''نہیں۔۔۔یہ۔۔۔خواب نہیں سچ ہے سبرینہ۔۔۔بھائی جان ہمیں۔۔۔چھوڑ کر جا چکے ہیں۔''سبرینہ شیریں کے الفاظ سنتی کرب سے آنکھیں موند گئی۔

پلکوں کی باڑ گری تو بے ساختہ،بلآخر برف نے پگھلنا شروع کیا۔گرم آنسوؤں نے قطار در قطار آنکھوں سے بہنا شروع کیا اور خاموش سسکیاں فضا میں پھر وہی سوگ۔۔۔وہی درد۔۔۔وہی غم بکھیرتی چلی گئیں جو تین ماہ قبل ہسپتال کی راہداری میں بکھری تھیں۔

سچ جان لینے میں اور مان لینے میں فقط اک حرف کا فرق ہوتا ہے۔

اور وہ اک حرف کا فرق آج مٹ گیا تھا۔

سچ آج جان لینے سے مان لینے تک کا سفر تہ کر گیا تھا۔

وہ دونوں اک دوسرے سے لگ کر رو رہی تھیں۔

دروازے پر کھڑا زین بھی خود پر ضبط کرتا واپسی کو مڑ گیا۔

بلآخر اس کی بہن کا جمود ٹوٹ ہی گیا۔

وہ کچن میں داخل ہو کر اب کافی بنا رہا تھا۔

اس کی محبت اب اس کی محسن بھی تھی۔

مین دروازہ عبور کر کے باہر نکلتی شیریں کو زین کی آواز پر رکنا پڑا۔

www.novelsclubb.com

"میں آپ کو چھوڑ آتا ہوں آپ کے ڈرائیور کو حویلی بلا لیا گیا ہے۔" زین نے آگے بڑھ کر شیریں کو پھر مخاطب کیا۔

اثبات میں سر ہلاتی وہ باہر نکل آئی۔

گاڑی سڑک پر رواں دواں تھی اور دونوں نفوس اپنی جگہ خاموش بیٹھے تھے۔

اک کو سفر ختم ہونے کا انتظار تھا اور اک کو بس سفر میں خاموشی توڑنے کی خواہش۔

"تھینک یو شیریں۔" بلآخر زین العابدین نے ڈرائیونگ کرتے ہوئے اک پل کو اسے دیکھ کر مخاطب کیا۔

"کس لیے؟" شیریں نے عدم دلچسپی سے سوال کیا۔

"آج آپ نے سبرینہ کو اس خاموش سر دا ذیت سے نکالا ہے۔ اسے حقیقت کا یقین دلا دیا ورنہ وہ جھوٹی امید باندھے اس کے ٹوٹ جانے کا خوف لیے کسی سے بھی بات کرنے سے کتراتی تھی۔ آپ نے جو کیا وہ ہم تین مہینوں میں ساتھ رہ کر نہیں کر پائے۔" زین نے بولنا شروع کیا تو اس کے لہجے میں اپنے آپ احسان مندی اور ستائش در آئے۔

"ہم نے کچھ نہیں کیا۔ شاید انہیں حقیقت کا یقین دلا کر اور اذیت میں ڈال دیا ہے۔ مگر ان کا مان لینا لازمی تھا۔ خدا کرے وہ خود کو سنبھال لیں۔" شیریں کا لہجہ بالکل عام سا تھا۔

زین نے نظر سامنے سے ہٹا کر اس کی جانب دیکھا جو مسٹرڈ لباس میں ملبوس سنہرے ریشمی بال ڈھیلی سی چوٹی میں قید کیے سیاہ دوپٹہ اوڑھے بے نیاز سی کھڑکی سے باہر نظریں جمائے ہوئے تھی۔

''شیریں۔''اس بار زین نے پکارا تو لہجہ فکر مند سا تھا۔

''آپ ٹھیک ہیں؟''زین کے لہجے میں آنچ دیتی فکر دیکھ کوئی بھی جان لیتا کہ وہ اس لڑکی کے لیے کیا محسوس کرتا تھا۔

مگر وہ اُسے دیکھ ہی کہاں رہی تھی؟''

''جی۔''فقط ایک لفظی جواب اور وہ پھر سے باہر دیکھنے میں مگن ہو گئی۔

گاڑی لال حویلی کا گیٹ عبور کئے پتھریلی روش سے گزرتی اب پورچ میں آ کھڑی ہوئی تھی۔

www.novelsclubb.com

سیٹ بیلٹ اُتار کر دروازہ کھولے وہ نیچے اترا۔دوسری جانب آ کر شیریں کی طرف کا دروازہ کھولا۔

وہ اب دوپٹہ سنبھالتی گاڑی سے اُتر رہی تھی۔

زین کی نرم نگاہیں اسے حصار میں لیے ہوئے تھیں اور حویلی کے مین دروازے سے نکل کر پورچ کی طرف آتے زکوان نے یہ منظر بخوبی دیکھا تھا۔

وہ اپنی جگہ رک گیا۔ شیریں آگے بڑھ کر اندر کی طرف آنے گی مگر اک پل کو رکی۔

اُسے رکتا دیکھ زین اور زکوان دونوں اپنی جگہ ٹھہر سے گئے۔

اک بے چین ہوا تھا اور دوسرا پُر اُمید۔

"سوری زین۔۔۔ ہم جانتے ہیں آپ بھائی جان سے ہمیشہ سے بہت اٹیچڈ رہے ہیں۔ آپ کا غم ہم سے کم نہیں ہے۔ ہم آپ کی تکلیف سمجھتے ہیں۔ سبرینہ باجی اور اپنا خیال رکھیے گا۔" نجانے اسے پورے راستے میں رکھے گئے سرد رویے کا احساس ہوا تھا یا کیا تبھی اُس نے چند تسلی بخش الفاظ زین کی سماعت میں اتارتے ہوئے معذرت کر لی تھی۔

زین کے لیے یہی بہت تھا شاید۔ تبھی اس کے چہرے پر زرا سی بشاشت اتر آئی اور اثبات میں سر کو جنبش دیے وہ دھیرے سے مسکرا دیا۔

زکوان اس کے چہرے کے تاثر دور سے دیکھ چکا تھا۔ وہ اب آگے بڑھ آئی تھی اور زین واپس گاڑی میں بیٹھتا گاڑی ریورس کر رہا تھا۔ شیریں ایک ہاتھ سے ہوا کے دوش پر چہرے پہ آتی لٹ کان کے پیچھے اڑستے ہوئے اُسی کی جانب آ رہی تھی۔

ہلکی سنہری دھوپ اس پر پڑتے ہوئے اُسکے بالوں پر سنہری چمک اُبھار رہی تھی۔

''ڈرائیور کہاں ہے؟'' وہ اس کے پاس پہنچی تھی کہ سیاہ دھوپ کا چشمہ آنکھوں پر چڑھاتے زکوان نے اسے روک کر پوچھا۔

''شاید گھر میں سے کسی نے بلا لیا تھا، ہمیں زین چھوڑ کر گئے ہیں۔'' سادگی سے جواب دیتی شیریں نے زکوان کی بھنچی ہوئی مٹھی نہیں دیکھی تھی ورنہ وہ جان جاتی کہ زین العابدین کو اس قدر بے تکلفی سے زین کہنا زکوان کو کس قدر ناگوار گزرا تھا۔

''اپنے زین سے کہو آئندہ اتنی زحمت نہ کرے میں مرا نہیں ہوں ابھی۔'' ناچاہتے ہوئے بھی زکوان کا لہجہ درشت ہو گیا تھا۔ اپنی بات مکمل کرتا وہ پورچ کی طرف بڑھتا شیریں کو حق دق چھوڑ گیا۔

ناسمجھی سے اُسے جاتا دیکھ وہ خود بھی سر جھٹکتی اندر کی طرف بڑھ آئی۔

''یہ تم نے کیا باہر آنا جانا لگا رکھا ہے؟''آئیندہ گھر سے ڈرائیور غائب نہیں ہونا چاہیے۔وہ ابھی داخلی راہداری عبور کیے وسیع لیونگ ہال سے گزر کر اوپر زینوں کی جانب بڑھ رہی تھی کہ نواب مصطفی کی غراتی آواز نے اس کے قدم جما دیے۔

''ہم۔۔۔ہم سبرینہ سے ملنے گئے تھے بڑے ابا۔''شیریں نے نظریں جھکائے حتی المکان لہجے میں اترتی لرزش پر قابو کیے وضاحت دی مگر وہ نواب مصطفی تھے۔ان کے لیے اس لڑکی کا بولنا اور زہر حلق میں اتارنا ایک تھا۔

''ہم سے بکواس مت کیا کرو۔۔۔۔بہت ملنا ملانا کر لیا ہے۔۔۔بس اب حویلی میں قدم جماؤ۔۔۔بغیر اجازت ایک قدم بھی باہر نکالا تو ہم سے برا کوئی نہیں ہو گا۔''نواب مصطفی درشتگی سے کہہ کر اخبار لپیٹتے صوفے سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

وہ اپنے سٹڈی کی جانب بڑھ رہے تھے اور شیریں نے تبھی نظر اُٹھا کر دوسرے صوفے پر بیٹھے اس شخص کو دیکھا جو بد نصیبی سے اس کا باپ تھا۔

زخمی نظروں نے باپ کی جانب بڑے ملال سے دیکھا تھا کہ وہ اپنی اکلوتی بیٹی کی توہین اتنی آسانی سے کیسے سہہ جاتے تھے۔

کوئی باپ اتنا سنگدل کیسے ہو سکتا ہے کہ اس کی بیٹی کی ذات کے پرخچے اُڑائے جا رہے ہوں اور وہ خاموشی سے نظریں پھیر کر بیٹھا رہے۔

ہو سکتا ہے۔۔۔شیریں سکندر جیسی بدنصیب بیٹیوں کا باپ اتنا سنگدل ہو سکتا ہے۔تھکے ہارے قدموں سے خود کو گھسیٹتی وہ اوپر زینے چڑھتی کمرے کی جانب بڑھنے لگی۔

25 سالوں سے اس کا یہی نصیب تھا۔بڑے دادا کا اسے پاس نہ آنے دینا۔نواب مصطفیٰ کا اسے بات بے بات لتاڑتے رہنا اور نواب سکندر کی تو بات ہی نرالی تھی۔

وہ تو یہ جاننے کے بھی روادار نہ ہوئے تھے کبھی کہ ان کی بیٹی زندہ ہے یا مر گئی۔

اس گھر میں ایک زرینہ بوا اور دوسرے اذان اور مصطفیٰ تھے جو اس کے اپنے تھے۔جن کے لیے وہ اپنی تھی۔اور پھر۔۔۔

نو سال پہلے ان میں سے ایک سب سے روٹھ کر چلا گیا تو اس کو بھی چھوڑ گیا۔

وہ نو سال بعد لوٹا تو قدرت نے اس کی جگہ اس کے ساتھ رہنے والا وہ مسیحا چھین لیا جس کی اسے اب عادت ہو چلی تھی۔

لال حویلی کی اس شہزادی پر بھوپال شہر کی لڑکیاں رشک کرتے نہیں تھکتی تھیں۔اس بات سے لاعلم کے سب سے زیادہ غریب اور محروم تو وہ ثابت ہوئی تھی۔

کمرے میں داخل ہوئی تو زرینہ اس کے بیڈ پر بیٹھیں اس کے فوٹو فریمز صاف کروا رہی تھیں۔

سست روی سے آگے بڑھ کر اس نے ایک تصویر اُٹھائی۔

ہو بہو بس کا عکس مسکرا رہا تھا مگر ایک فرق واضح تھا۔تصویر میں موجو لڑکی کے ناک میں خوبصورت نازک سی نتھ ڈلی ہوئی تھی جو اسے مزید حسین بنا رہی تھی۔اور ساتھ ہی اسکے ایک جانب وہ کھڑے تھے۔نواب سکندر۔اس کے بے حس بابا حضور جنہیں براہ راست بابا حضور کہہ کر پکارنے کو ترستے ترستے اب شاید یہ چاہ بھی مرنے لگی تھی۔

بے ساختہ اک آنسو ٹوٹ کر تصویر پر گر گیا جسے ہاتھ سے اس نے صاف کیے تصویر سینے سے لگالی۔

"ماں۔" کانپتے لبوں نے بڑی شدت سے ماں کو پکارا تھا۔ اگر مر جانے والوں کو ایک بار لوٹنے کی اجازت ہوتی تو وہ یہی لمحہ ہوتا۔۔۔ یہی پل کہ اس کی تڑپتی پکار پر اس کی ماں بھی ضرور لوٹ آتی۔ مگر۔۔۔ ایسا کہاں ہوتا ہے۔

زرینہ اسے دیکھ اپنے لبوں کو بھینچے خود کو رونے سے باز رکھ رہی تھیں۔

وہ دکھنے میں ہو بہو ماں جیسی تھی مگر وہ عادتاً بالکل زرینہ کا عکس تھی۔ تبھی انہیں جان سے پیاری تھی۔ اسے ہاتھ کے اشارے سے پاس بلایا تو وہ بھی ان کے پاس بیٹھ کر ان کی گود میں سر رکھے خاموشی سے آنکھیں موند گئی۔

ماں کی نہ سہی ماں جیسی بوا کی آغوش اسے کچھ دلاسہ دے دیا کرتی تھی۔

★★★★

www.novelsclubb.com

اس کا حویلی سے نکلنا بند کر دیا گیا تھا۔ ایک بار پھر سے وہ اس لال حویلی کی قید میں ڈال دی گئی تھی۔

جو اسے اِدس قید سے نکال کر زندگی کی رونق کا احساس دلاتا تھا وہ تو منوں مٹی تلے جا سویا تھا۔

اپنی بالکنی میں کھڑی وہ چائے کے گھونٹ وقفے وقفے سے حلق میں اتارتی اور پھر پاس میں موجود ایزل پر لٹکے کینوس کی طرف بڑھ جاتی۔

اذان کے قتل کو چار ماہ بیت چکے تھے۔ نواب مصطفی اپنے الیکشن کیمپین کی تیاریوں میں مصروف بیٹے کی موت کیش کروا رہے تھے۔

کورٹ کچہریوں کے مسلسل چکر لگاتا زکوان اس پل بس اپنے بھائی کے قاتل کو ڈھونڈنے میں مشغول تھا۔

سبرینہ کو دیکھنے زرینہ بوا اب اکیلے کبھی کبھی شیرازی مینشن چلی جاتی تھیں۔

نیلگوں آسماں پر سفید بادل اپنی نزاکت سے پر پھیلائے ہوئے تھے، وقفے وقفے سے پرندوں کے غول اُڑتے ہوئے فلک کا حسن بڑھا جاتے تھے۔

مخروطی انگلیوں میں پینٹ برش تھامے وہ بڑی مہارت سے سٹروکس لگاتی اپنے گرد و نواہ سے یکسر انجان نظر آ رہی تھی۔

ہلکی ہلکی ہوا چلنے کے باعث ڈھیلے سے جوڑے میں قید بالوں سے پھسل کر سنہری لٹ اس کے گال پر آ کر ٹھہر گئی تھی۔

دالان سے گزرتے زکوان نے نظر اُٹھا کر اوپر کی جانب دیکھا تو وہی رک کر کچھ پل اسے دیکھتا رہا۔

کتنا وقت ہو گیا تھا اسے دیکھے ہوئے۔

اذان کے کیس نے اسے خاصہ مصروف کر دیا تھا۔

اس قدر ہوشیاری سے کیے گئے حملے کے شواہد جمع کرنا بہت دشوار ہو رہا تھا۔

رات دیر گئے لوٹتا تھا تو سیدھا کمرے میں سونے آ جاتا تھا۔

نظر ہٹاتا وہ سیاہ کوٹ یونہی کاندھے پر ڈالے اندر کی جانب بڑھ گیا۔

www.novelsclubb.com

"شیریں بی بی چھوٹے نواب آپ کا پوچھ رہے ہیں۔" کینوس سے زرا فاصلے پر کھڑی وہ جانچتی نظروں سے اپنی پورٹریٹ کو دیکھنے میں مگن تھی جب بالکنی کے سلائیڈنگ ڈور پر ملازم نمودار ہوتی اسے آگاہ کرنے لگی۔

زرا چونک کر اس نے اپنے سے چند سال بڑی زبیدہ کو دیکھا جواب بھی مودب انداز میں وہی کھڑی تھی۔

''ان سے کہہ دو ہم آرام کر رہے ہیں۔'' وہ زکوان کے سامنے جانے سے جس قدر ممکن ہو احتیاط کرتی تھی۔

اس کے آنے سے پہلے سو جاتی اور اس کے صبح جانے تک کمرے میں بستر پر لیٹی رہتی تھی ۔ابھی بھی اس نے اپنے آرام کا بہانہ بنا دیا تھا۔

''اور سنو۔۔۔'' زبیدہ جانے لگی تو اس نے آواز دیکر روکا۔

''ہمارا نام لیکر مت کہنا۔۔۔ کہہ دینا جب ہم کمرے میں گئے تو بی بی سو رہی تھیں۔'' اس کے سمجھانے پر اثبات میں سر ہلاتی زبیدہ نے مڑ کر جانا چاہا مگر مڑتے ہی وہ ٹھٹھک کر رک گئی۔

www.novelsclubb.com

اس سے قبل وہ کچھ کہتی بالکنی کے سلائیڈنگ ڈور کی اوٹ میں کھڑے زکوان نے لب پر شہادت کی انگلی رکھے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ ہچکچاتے انداز میں زبیدہ اس کے سائیڈ سے نکلتی باہر کی جانب بڑھ گئی۔

زبیدہ کے جاتے ہی زکوان آہستہ سے بالکنی میں داخل ہوا۔وہ دوسری جانب رخ کیے رنگوں کی پیلیٹ میں کچھ رنگ تیار کر رہی تھی۔

چہرے پر جھولتی سنہری لٹ بار بار اسے پریشان کر رہی تھی جسے وہ الجھن زدہ سی کان کے پیچھے کرتی اور پھر وہ کچھ دیر میں اس کے گال چھونے لگتی۔

دونوں ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں ڈالے وہ یہ دلچسپ منظر دیکھنے میں محو تھا۔

"کیا بات ہے شیریں سکندر تم نیند میں بھی پینٹنگ کرنے لگی۔"اسی انداز میں اپنی جگہ پر کھڑے کھڑے زکوان نے مصروف سی شیریں کو پکارا جو اچانک اس کی آواز پر اپنی جگہ زرا سہم کر رہ گئی۔

رنگوں کی پیلیٹ پر اس کی گرفت مضبوط ہو چکی تھی۔

اس کے میٹھے طنز بھرے لہجے کے جواب میں شیریں نے رخ پھیر کر اس کی جانب دیکھا۔

سفید ڈریس شرٹ میں ملبوس جس کے کہنیوں تک آستین فولڈ کیے ہوئے تھے۔شرٹ کے اوپری دو بٹن کھلے تھے۔زرا بڑھی ہوئی شیو۔بکھرے بکھرے سے سیاہ بال۔تھکی

تھکی سی آنکھوں میں ہلکے گلابی رنگ کا اثر لیے وہ لبوں پہ مسکراہٹ دبائے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

پہلے سے زیادہ ہینڈسم ہو گئے تھے نواب صاحب۔ شیریں نے بے ساختہ اس کے وجود سے نظریں چرائی تھیں اور وہ بخوبی یہ منظر دیکھ چکا تھا۔

قدم قدم چلتا وہ اس کی جانب بڑھ رہا تھا۔

مگر اس نے رخ واپس پینٹنگ کی طرف کیا۔ رنگوں کی پیلیٹ پاس موجود سٹول پر رکھی۔ وہ اس کے پاس چار قدموں کے فاصلے پر آ کھڑا ہوا۔

"واؤ۔" زکوان کی نظر کینوس پر پڑی تو وہ داد دینے سے خود کو روک نہیں پایا۔

ہرے سبزہ زار سے گھرا پہاڑ کی چوٹی پر بنا وہ ایک بے حد خوبصورت محل تھا۔ اور پہاڑ کے نیچے وہی سامنے ایک لڑکی تھی جسے بڑی مہارت سے سہمے ہوئے کردار میں تراشا گیا تھا۔

پینٹنگ کو دیکھ کر داد دیتے زکوان کو اک پل میں کچھ کھٹکا۔ وہ زرا پینٹنگ کے قریب آیا۔ غور سے چند سیکنڈ دیکھا اور اس کے چہرے کا رنگ کچھ بدل سا گیا۔

بظاہر دکھائی دیتا وہ پہاڑ کی چوٹی پر بنا محل فقط محل نہ تھا۔ وہ حیرت بھری نظروں سے شیریں کی جانب دیکھنے لگا۔

''اوہ مائی گاڈ۔۔۔ یہ۔۔۔'' انگلی اُٹھائے زکوان نے کینوس کی طرف اشارہ کیا۔

''یہ صرف محل نہیں ہے۔۔۔ یہ تو منہ کھولے دیو قامت۔۔۔ جانور ہے رائٹ؟'' لہجے میں حیرت سموئے ٹھہر ٹھہر کر زکوان نے انکشاف کیا جو بالکل صحیح تھا۔ تبھی شیریں نے آہستہ سے سر کو جنبش دیے توضیح کی۔

وہ بظاہر دکھائی دیتا محل واقعی صرف محل نہ تھا۔

کھڑے ہوئے مضبوط پہاڑ کی چوٹی کسی اژدہے کے کھلے ہوئے منہ کی شکل میں تراشی گئی تھی جس پر محل اس طرح سے تعمیر کیا گیا تھا کہ پہلی نظر میں وہ خوبصورت محل ہی نظر آتا تھا۔ غور سے دیکھنے پر کسی کو اندازہ ہو پاتا کہ وہ محل واقعی کوئی دیو قامت مخلوق تھی جس سے سہمی ہوئی نیچے وہ لڑکی کھڑی تھی۔

مسحور کن منظر دیکھتے زکوان کی نظریں اب بھی حیرت سے بھرپور انداز میں مسلسل کینوس کو تک رہی تھیں۔

امیز نگ۔'' ستایش اور حیرت نگاہوں میں لیے وہ خود کو کہنے سے روک نہیں پایا۔

''تمہاری پینٹنگز ہمیشہ مجھے لاجواب کرتی تھیں مگر یہ۔۔۔یہ تو آؤٹ آف دی باکس ہے یار۔'' زکوان کے یوں کہنے پر شیریں کے لبوں کو موہوم سی مسکراہٹ نے چھوا۔

سنا ہے تم پورٹریٹس بھی بناتی ہو۔'' زکوان اب اس کی جانب مکمل رخ کیے کھڑا تھا۔

کبھی کبھی۔'' شیریں نے رنگوں والی پیلیٹ اُٹھائے پینٹنگ کو فائینل ٹچ دیتے ہوئے مختصر سا جواب دیا۔

اس کا کھنچا کھنچا سا انداز زکوان کی سمجھ سے بالاتر تھا۔

کوئی ان دیکھی باڑ وہ بخوبی محسوس کر پا رہا تھا۔

''سبرینہ سے ملو گی؟'' زکوان کی اگلی بات پر شیریں کا ہاتھ اک پل کو رکا۔

www.novelsclubb.com

مڑ کر اس نے اپنے ساتھ کھڑے سفید ڈریس شرٹ والے لڑکے کو دیکھا جو اسی کو دیکھ رہا تھا۔ خاموش نرم نگاہوں سے۔

''ہمارا موڈ نہیں۔'' نظریں پھیر کر واپس سے برش کینوس پر چلانے لگی۔

''میں لے جاؤں گا تو کوئی نہیں روکے گا۔''زکوان نے بالواسطہ طور پر اس کے انکار کی وجہ ختم کرنا چاہی جس پر وہ نظریں چرا کر رہ گئی۔

''میں گاڑی نکالتا ہوں تم فریش ہو کر آجاؤ۔''مزید کچھ پوچھے بغیر اسے کہتا وہ جانے کو مڑا۔رخ پھیر کر جاتے جاتے اک دم رک کر اس نے شیریں کی جانب دیکھا۔

''یہ پینٹنگ میرے کمرے میں رکھوا دو۔اسے ایگزیبیشن میں مت بھجوانا۔''اک نظر پینٹنگ کی طرف اشارتاً ڈال کر شیریں سے کہتا وہ بالکنی کی دہلیز پار کرتا اسے پھر اکیلا چھوڑ گیا۔

گہرے سبز رنگ کے سادہ کرتے میں ملبوس سیاہ شال کاندھوں کے گرد لپیٹے بالوں کی ڈھیلی سی چوٹی بنائے وہ عام سے حلیے میں پورچ کی طرف بڑھ رہی تھی۔گاڑی میں بیٹھا زکوان دروازہ کھولے اپنی طرف سے اتر کر دوسری جانب آیا۔اس کی طرف کا دروازہ کھول کر اس کے بیٹھنے کا انتظار کرنے لگا۔

وہ خاموشی سے آکر بیٹھ گئی تو دروازہ بند کرتا وہ ڈرائیونگ سیٹ پر آبیٹھا۔

''سیٹ بیلٹ لگالو۔''اسے تنبیہ کرتا وہ گاڑی ریورس کرنے لگا۔

گاڑی شیر ازی مینشن کی جانب رواں دواں تھی۔

''پورا دن کمرے میں رہ کر تھکتی نہیں ہو؟''زکوان کے مخاطب کرنے پر ونڈ سکرین پر کہنی جمائے بیٹھی شیریں نے چونک کر اس کی جانب دیکھا اور نفی میں سر ہلا دیا۔

''میرے جانے کے بعد ایسا کیا ہو گیا کہ تمہیں اتنی چپ لگ گئی ہے۔''بلآخر زکوان نے براہِ راست سوال کر ہی ڈالا۔

شیریں نے نظر اُٹھا کر ساتھ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے لڑکے کو دیکھا جو ڈرائیو کرتے ہوئے سامنے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ نظروں میں کوئی تاثر ابھرا تھا۔لبوں نے کچھ کہنا چاہا تھا مگر وہ خود کو روک گئی۔

آنکھیں میچ کر کھولیں۔''کتنے سنگ دل ہو تم زکوان مصطفی۔نو سال پہلے تم ہمیں اور لال حویلی کو صرف ایک شخص سے ناراضگی کی بدولت چھوڑ گئے۔اور پھر ان نو سالوں میں جس لڑکی نے سائے کی طرح تمہارا ساتھ نبھایا تم نے اُسے بھی اکیلا چھوڑ دیا۔''شیریں نے بات کا آغاز کیا تو اس کے لہجے میں شکوہ ہی شکوہ تھا۔

سٹیر نگ ویل پر زکوان کے ہاتھ تھم گئے تھے۔ نظر پھیر کر اس نے ساتھ بیٹھی لڑکی کی طرف دیکھا۔

''میں نے اُسے اکیلا نہیں چھوڑا۔ ہم بس اچھے دوست تھے اور میں نے ہمیشہ سب سے ایک حد بنائے رکھی ہے شیریں سکندر۔۔۔ایسی کوئی ساتھ نبھانے والی اُمید نہیں دلائی میں نے اُس کو۔۔۔اور ویسے بھی وہ اپنی مرضی سے واپس گئی ہے۔''زکوان کو اس کا شکوہ ایک آنکھ نہیں بھایا تھا۔

وہ شکوہ کرتی اپنے حق میں کرتی۔ مگر وہ اپنے اور اسکے متعلق کوئی موضوع چھیڑتی ہی کہاں تھی۔

''تم اپنی بات کرو۔۔۔تم کیا کر رہی ہو؟''سٹیر نگ وہیل گھماتے ہوئے ایک نظر اس پر ڈالے زکوان نے اُسے درمیان میں کھینچا تو وہ دانت چباتی رہ گئی۔ یہ لڑکا کوئی موقع ہاتھ سے کب جانے دیتا تھا۔

''ہم نے کیا کیا ہے؟''شیریں کا لاپرواہ لہجہ زکوان کو اندر ہی اندر تپا گیا۔ مگر اس نے چہرے پر ایک شکن بھی نہیں پڑنے دی۔

''زیادہ سمارٹ بننے کی کوشش مت کرنا شیریں۔ میں نے راستے میں اتار کر چلے جانا ہے۔'' بنا اس کی جانب دیکھے زکوان نے وارننگ دیتے انداز میں کہا تو شیریں نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی بے بسی پر رخ موڑ کر مسکرا دی۔

''چھوڑنے کے علاوہ آتا ہی کیا ہے تمہیں۔'' شیریں نے بھی زبردست چوٹ کی تھی۔ وہ شیرازی مینشن کو جاتی سٹریٹ میں داخل ہو چکے تھے۔

تم سے سیدھے جواب کی توقع فضول ہے نکچڑی۔'' زکوان نے سرد آہ بھرتے اس لڑکی کے آگے ہار مان لی تھی۔

''کیا تمہیں علم ہے زکوان ایلیا تمہارے ساتھ کیوں آئی تھی؟'' بات سے بات نکلی تھی تو بات مکمل کر ہی لی جائے۔ ارادہ کیے شیریں نے اسبار خود اسے مخاطب کیا جس نے سوال پر کوئی ردعمل نہ دیا تھا۔

www.novelsclubb.com

''وہ تم سے محبت کرتی ہے زکوان مصطفیٰ۔'' اس کے دوبارہ بولنے کی دیر تھی کہ غیر ارادی طور پر زکوان نے بریک پر پیر دیتے شاک ہو کر اسکی جانب دیکھا۔ ایک دم سے بریک لگنے پر جو جھٹکا لگا تو شیریں دل تھام کر رہ گئی۔

''کہاں سے لاتی ہو ایسا دماغ؟ کس نے ڈال دی تمہارے چھوٹے سے دماغ میں یہ فضول گوئی؟'' زکوان اس کے انکشاف پر سخت تپا ہوا تھا۔

''کوئی فضول گوئی نہیں ہے۔ ہمیں معلوم ہے ہم جو کہہ رہے ہیں وہ حقیقت ہے۔ ہم لڑکیوں کو ایسی باتیں جلدی سمجھ آجاتی ہیں۔ بس تم مرد ہی عقل سے پیدل ہوتے ہو۔'' شیریں اس کے انداز پر دو بدو ہوتی اسے مزید غصہ دلا رہی تھی۔

''دیکھو بی بی اپنی سمجھداری تم اپنے پاس رکھو اور دوبارہ کبھی اس ننھے سے دماغ پر اتنا زور مت ڈالنا۔ اتنا شوق ہے عقل مندی دکھانے کا تو اچھے سے سوچ لو میں جواب مانگنے پر آگیا تو سوچنے کی مہلت بھی نہیں ملے گی۔'' دوبارہ گاڑی سٹارٹ کرتے زکوان نے اسے اچھی خاصی کلاس لے ڈالی تھی۔ منہ بنائے سخت نالاں تاثر لیے وہ اسے دیکھتی رہ گئی۔

''بے ہودہ انسان۔'' منہ میں آہستہ سے بڑبڑاتی وہ کھڑکی کی جانب رخ پھیر گئی یہ جانے بغیر کہ وہ اس کی بڑبڑاہٹ سن چکا تھا۔

آج کی لڑائی کا کوٹہ پورا ہو گیا تھا شاید۔ تبھی دونوں اپنی اپنی جگہ باقی کا تمام راستہ چپ سادھے رہے۔

★★★★

اُنہیں شیرازی مینشن میں آئے آدھا گھنٹہ ہو چکا تھا۔ وہ سبرینہ کے کمرے میں تھی اور زکوان شہرین شیرازی اور زین العابدین کے ساتھ باہر لاؤنج میں آ بیٹھا تھا۔

چائے اور مختلف لوازمات کا دور چل رہا تھا۔ زکوان بار بار گاہے بگاہے فون پر نظر ڈالتا شہرین کے سوالوں کے جواب دے رہا تھا جو اس سے نیویارک میں گزارے وقت کے متعلق دلچسپی سے سوال پر سوال کر رہی تھیں۔

''یوں تو میرا زین انڈیا میں رہ کر بھی سب کام اپنے خود کرتا ہے مگر اب میں نے سوچ لیا ہے اس گھر میں بہو آ جانی چاہیے۔'' مسکرا کر چائے کا کپ ہاتھ میں تھامے شہرین نے پیار بھری نظر ساتھ والے سیون سیٹر پر بیٹھے زین العابدین پر ڈالتے ہوئے زکوان سے کہا جو محض اثبات میں سر ہلا کر رہ گیا۔ صاف ظاہر تھا اسے زین العابدین کی شادی کے ٹاپک میں کوئی دلچسپی نہ تھی۔

''میں نے سنا ہے تم اور شیریں نے بچپن ساتھ گزارا ہے تم اس کی پسند ناپسند خوب جانتے ہو گے۔ کچھ بتاؤ اپنی کزن کے بارے میں۔ اسے کیسا ہمسفر چاہیے۔'' ہلکے پھلکے انداز میں

شہرین شیرازی نے زکوان سے سوال کر کے اسے اچھنبے میں ڈال دیا۔ کافی ٹیبل پر چائے کا کپ رکھتے زکوان کو اپنی سماعت کا یقین نہ ہوا تو اس نے شہرین شیرازی کی جانب ناسمجھی سے دیکھا۔

اب زین العابدین کی نظریں زکوان کے چہرے کے تاثرات پڑھ رہی تھیں۔ جیسے وہ کچھ جاننے کی سعی کر رہا ہو۔

''میں کچھ سمجھا نہیں۔'' زکوان نے اِسی ناسمجھی والے انداز میں پوچھا۔

''اوہ! کیا تمہیں زرینہ نے بتایا نہیں ہم نے زین کے لیے شیریں کا ہاتھ مانگا ہے۔ اُمید تو یہی ہے کہ وہ پیاری سی لڑکی ہاں کر دے اور ہمارے گھر کی رونق بن جائے۔ ہمیں تو وہ بہت پسند ہے بیٹا۔ بس اس کی ہاں سننے کے ہم بڑی بے صبری سے منتظر ہیں۔'' شہرین شیرازی اپنے تئیں اور بھی کچھ کہتے ہوئے مسکرا رہی تھیں مگر زکوان اُن کے پہلے جملے پر ہی ساکت رہ گیا۔ ان کا کہا بار بار اس کے کانوں میں گونجتا سائیں سائیں کر رہا تھا۔

زین العابدین نے زکوان کے پل میں سفید پڑتے چہرے کو بڑے غور سے دیکھا تھا۔

اپنا خدشہ اسے حقیقت میں بدلتا دکھائی دے رہا تھا۔

تبھی سبرینہ کے کمرے کا دروازہ کھولے شیریں اور سبرینہ مسکرا کر کچھ کہتے ہوئے باہر آرہے تھے۔

زکوان کی بے یقین نظریں سامنے اُٹھیں تو پلٹنا بھول گئیں۔

اس کی بے اعتنائی۔

وہ کھنچا ہوا رویہ۔

اس قدر اجنبیت۔

رہ رہ کر گزرے چار مہینوں کا ہر لمحہ بڑی پھرتی سے زکوان کے ذہن کی سکرین پر اُبھرتا خطرے کے الارم کی نوعیت پرسے دھند صاف کرنے لگا۔

تو یہ تھا وہ ٹرِیگر الارم جو اسے محسوس ہو رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

کچھ بہت غلط ہونے کا جو خطرہ محسوس ہو رہا تھا۔ وہ غلط یہ تھا۔

"آنٹی سنڈے کو ہم چاہتے ہیں سبرینہ ہماری طرف آکر رہیں۔ آپ انہیں بھیجیں گی نا۔؟" پیاری سی مسکان لبوں پر سجائے وہ شہرین شیرازی سے پوچھ رہی تھی۔

وہ مسکرائی توزین بھی اس کو دیکھ آہستہ سے مسکرا رہا تھا۔ نرم تاثر لیے دھیمی سی مسکراہٹ۔ جبکہ زکوان نظریں پھیرے اپنے تمام تاثرات پر قابو پاتا اُٹھ کھڑا ہوا۔ مزید وہاں رکنا اس کے لیے تواب محال تھا۔

"چلیں۔" دوٹوک لہجے میں شیریں سے کہتا وہ شہرین شیرازی کو الوداعی کلمات مختصراً کہتا لاؤنج سے نکل آیا۔

شیریں بھی سب سے سلام دعا لیکر اس کے پیچھے نکل آئی اِس بات سے انجان کے وہ کیا طوفان لیے نکلا تھا۔

گاڑی لال حویلی کے گیٹ پر پہنچ کر اُس نے روک دی۔

"اُترو۔" زکوان نے بنا اس کی جانب دیکھے سرد پن لیے کہا جو نا سمجھی سے سیٹ بیلٹ اتارنے لگی۔

www.novelsclubb.com

جو دروازہ تک اس کے لیے خود کھولتا تھا وہ حویلی کے گیٹ پر ہی اُسے اترنے کا کہہ رہا تھا۔ وہ بھی اس قدر سرد پن لیے۔

گاڑی کا دروازہ کھولے وہ باہر نکلنے لگی۔

''آج کے بعد شیر ازی مینشن سے جتنا ہو سکے دور رہنا۔'' وہ گاڑی سے اُتر رہی تھی مگر زکوان کے الفاظ پر تھم گئی۔

''مطلب؟'' زکوان نے اب بھی سٹیرینگ وہیل پر ہاتھ دھرے نظریں سامنے ٹکائی ہوئی تھیں۔

''مطلب کی بات بعد میں کریں گے۔ ابھی جاؤ۔'' وہ اس وقت اپنے اندر کے طوفان سے اکیلے ہی ڈیل کرنا چاہتا تھا۔ اس کا غصہ کہیں کچھ غلط نہ کروادے اسی خوف کے باعث وہ جلد از جلد اس لڑکی سے دور جانا چاہتا تھا۔

یہی اس کی عادت تھی۔ وہ ناراض ہوتا یا اُسے غصہ آتا تو خود کو سب سے دور کر لیا کرتا تھا۔

دوسروں کو نقصان سے بچا کر اپنا ہی نقصان کر لیا کرتا تھا۔

شیریں گیٹ عبور کیے اندر جا چکی تھی۔ وہ بھی گاڑی ریورس کیے بے ارادہ سپیڈ بڑھاتا گاڑی واپس سڑک پر دوڑاتے ہوئے اپنے اندر کی آگ میں جھلسنے نکل پڑا تھا۔

★★★★

''ہیلو؟''نیویارک کے اس چھوٹے مگر فرنشڈ اپارٹمنٹ میں بیٹھی ایلیا نے فون کان سے لگائے اجنبی نمبر سے آتی کال کے بلآخر تیسری بیل پر اُٹھا ہی لیا۔

''ہم شیریں بات کر رہے ہیں۔''دوسری جانب سے ابھرتی آواز نے اسے سہی معنوں میں حیران کیا تھا۔

''کیسی ہو؟''کچھ پل یونہی خاموشی کی نظر ہوئے اور پھر ایلیا نے شیریں کو مخاطب کیا جو دوسری جانب اپنے کمرے کی کھڑکی کے پاس کھڑی اس وقت بے چین سی نظر آ رہی تھی۔

''کیا آپ انڈیا آسکتی ہیں ایلیا؟''شیریں نے بنا تمہید باندھے سیدھا سیدھا سوال کیے ایلیا کو مزید حیران کر ڈالا۔اُسے ایسے کسی سوال کی تو ہرگز اُمید نہ تھی۔

''منع مت کیجیے گا ایلیا۔یقین مانیے اِس وقت ہمیں آپ کی ضرورت ہے۔''ایلیا کی طرف سے مسلسل خاموشی نے اُسے بے چین کیا تھا تبھی وہ پھر اس سے خود مخاطب کرتی منانے کی کوشاں ہوئی۔

''سب ٹھیک تو ہے نا؟''اس بار شیریں کے لہجے نے اُسے کچھ غیر معمولی پن کا احساس دلایا تھا سو احتیاطاً پوچھ لیا۔

''آپ آئیں گی تو تفصیل سے بات ہو گی۔ جتنا جلد ہو سکے آپ آ جائیں۔''شیریں نے بات سمیٹتے ہوئے کہا اور پھر الوداعی کلمات کہتے کال کاٹ دی۔

کال چھوٹتے ہی شیریں کھڑکی سے دور ہٹ کر بیڈ کی طرف آئی۔ فون بیڈ پر اُچھالتے ہوئے وہ ابھی وضو کرنے کو باتھروم کی جانب بڑھ رہی تھی کہ نواب مصطفیٰ کی طیش بھری آواز نے اسے ٹھٹھکنے پر مجبور کر دیا۔

وہ یوں کبھی کبھی طیش میں آتے تھے مگر جب بھی آتے کوئی طوفان ہی لاتے تھے۔

دوپٹہ سہی سے کاندھے پر ڈالے وہ عجلت میں کمرے سے نکلتی نیچے ہال کی جانب بڑھنے لگی جہاں سے آوازیں آ رہی تھیں۔

''اس لڑکی کو ہم نے اتنے سال برداشت کر لیا وہی بہت ہے۔ دوبارہ بکواس مت کرنا ایسی۔''نواب مصطفیٰ دونوں ہاتھ کمر پر باندھے زکوان سے زرا سا رخ موڑ کر کھڑے سخت لہجے میں وارن کر رہے تھے۔

''اس لڑکی کے یہاں رہنے کی عادت ڈال لیں نواب صاحب۔ زکوان یہاں رہے گا تو اسی شرط پر رہے گا کہ شیریں بھی ہمیشہ یہی رہے۔'' وہ بھی اٹل لہجے میں کہتا سیڑھیاں اُترتی شیریں کو ساکت کر گیا۔

زرینہ حسین زکوان کے پاس کھڑیں اُسے خاموش رہنے کی التجا کر رہی تھیں اور وہ بنا کسی کی پرواہ کیے نو سال بعد ایک بار پھر اپنے باپ کے خلاف کھڑا اپنی ضد پر اڑا ہوا تھا۔

سیڑھیوں پر کھڑی شیریں کے قدم بوجھل ہونے لگے۔ تو آج باپ بیٹے کے درمیان ہوتی چپقلش کی وجہ وہ بن گئی تھی۔ جس بات کا ڈر تھا ویسا ہی کچھ ہوتا نظر آ رہا تھا۔ ریلنگ پر گرفت مضبوط کیے وہ اپنے آپ کو رونے سے باز رکھ رہی تھی۔ دل شدتِ درد سے کراہنے لگا۔ نجانے اب کیا ہونا تھا۔ تبھی نیچے کھڑے زکوان کی نظر اس کی جانب اُٹھی۔ اسے دیکھنے کی دیر تھی کہ زکوان کے قدم بھی سیڑھیوں کی جانب اُٹھنے لگے۔

''اِس سے پہلے کہ کوئی تمہیں زخم زخم کرے تم بے پرواہی کا زخم اُسے دے دو۔

شیریں کے کان میں سبرینہ کا کہا جملہ گونج رہا تھا اور نظریں وہاں تھیں جہاں سے وہ سیڑھیاں چڑھتا اُس کی طرف بڑھ رہا تھا۔

نواب مصطفی کی نظر بھی اس پر پڑی تو نخوت سے سر جھٹک کر رہ گئے۔

"تمہیں واپس چلے جانا چاہیے۔" وہ اس کی طرف دیکھتا قریب آنے لگا۔

شیریں کا دل چاہا سیڑھیاں تیزی سے پھلانگ کر وہ اپنے کمرے کی طرف بھاگ جائے مگر دیر ہو چکی تھی۔

وہ اس کا ہاتھ تھام چکا تھا۔ بنا کچھ اس سے کہے وہ اس کا ہاتھ یونہی تھامے اب اُسے نیچے کی طرف لا رہا تھا۔

وہ نا چاہتے ہوئے بھی اُس کے ساتھ کھنچی چلی جا رہی تھی۔

کتنی کوشش کی تھی اس نے کہ وہ ایسا کوئی تماشہ نہ ہونے دے۔

تماشہ تو لگ گیا تھا۔ کرب سے آنکھیں موندے وہ اس کے ساتھ کھنچتی چلی گئی۔

www.novelsclubb.com

اس کو لیکر وہ نواب مصطفی کے عین سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔

بھوری ٹی۔ شرٹ میں ملبوس ملگجے سے حلیے میں بھی وہ اچھا لگ رہا تھا۔ وہ اسے برا لگتا ہی کب تھا۔

کاش وہ اسے برا لگتا تو مشکل اتنی زیادہ نہ ہوتی۔

''اس لڑکی نے 25 سال آپکی بے رخی اور آپ کی سختی برداشت کی ہے نواب صاحب۔دیکھیے۔۔۔دیکھیے اس کی طرف اور بتایئے ایسا کیا گناہ ہو گیا تھا اس سے؟ایسا کیا کر دیا اس نے کہ آپ سے اس کا بے ضرر وجود برداشت نہیں ہوتا؟''زکوان کا ضبط جواب دے چکا تھا۔وہ سنہری آنکھوں میں تیرتی نمی اُسے بے چین کر دیا کرتی تھی۔وہ ان آنکھوں میں دیکھنے کی غلطی کر چکا تھا۔

''آپ کو ترس نہیں آتا ہم پر؟''دو یتیموں کے دلوں سے اٹھتی آہ سے ڈر نہیں لگتا آپ کو؟''زکوان کی آواز طیش میں بھی بے بسی لیے ہوئے تھی۔جبڑے بھنچے ہوئے تھے۔گردن کی رگیں تنی ہوئی تھیں۔

نواب مصطفی کے چہرے پر ہنوز نخوت چھائی ہوئی تھی۔

''مجھے کوئی ایموشنل ڈرامہ نہیں چاہیے۔دوٹوک بات سمجھا رہا ہوں۔یہ لڑکی اس گھر کی۔۔۔''رخ زکوان کی طرف کیے نواب مصطفی اُنگلی اٹھائے پتھریلے لہجے میں فیصلہ سنا رہے تھے مگر۔۔۔

"یہ لڑکی اِسی گھر کی بہو بنے گی نواب صاحب۔۔" بڑی سرد مہری سے ان کی بات کاٹ کر اپنا جملہ مکمل کرتا زکوان وہاں موجود ہر وجود کو پتھر کا کر گیا۔

شیریں کا ہاتھ جواب بھی زکوان کی مضبوط گرفت میں تھا اِسی لمحے ڈھیلا پڑ گیا۔

شل وجود اور شاک بھری نگاہوں نے رُخ زکوان مصطفی کی جانب پھیرا۔ سرد و سپاٹ چہرے پر بلا کی سختی لیے وہ ہر طرح کے نتائج سے بے فکر اپنا فیصلہ سنا چکا تھا۔

وہ اس کے لیے لڑے گا وہ جانتی تھی۔

وہ اس کی مرضی کے بغیر اس کی زندگی کا کوئی فیصلہ نہیں ہونے دیگا۔ وہ جانتی تھی۔

وہ اس کے لیے کسی بھی حد تک جائے گا۔ وہ جانتی تھی۔

مگر کیا وہ حد یہ ہو گی؟ آہ وہ نہیں جانتی تھی۔

www.novelsclubb.com

وہ بھی ان سب کی طرح ہی نکلا تھا۔

اس نے بھی اپنی مرضی کا فیصلہ ہی سنایا تھا۔

وہ تو اسے پاس بٹھا کر نرمی سے پوچھے گا۔

بتاؤ شیریں تم کیا چاہتی ہو؟ تمہاری خوشی کس میں ہے؟

وہ تو ایسا تھا نا۔ اُس کی سننے والا۔ پھر یہ کون تھا جو اس کے حصے کے فیصلے سنا رہا تھا۔

اس نے ہارے ہوئے بوجھل کاندھے جھکا دیے۔ وہ اسے اور اسکے مان کو ہرا چکا تھا۔

وہ شیریں کی مان بھری نظریں جھکا گیا تھا۔

"مت بھولو زکوان جس کے لیے تم فیصلہ لے رہے ہو وہ ہماری بیٹی ہے۔" سکندر حسین علی تبھی وہاں مین ہال میں داخل ہوتے ہر پتھر ہوئے وجود کو ہوش و ہواس دلا گئے۔

آج تو انکشاف در انکشاف کا دل دہلا دینے والا دن تھا شاید۔ جس نے اس کے ہوش سنبھالنے سے لیکر اب تک ایک دفعہ بھی اُسے بیٹا کہہ کر نہیں پکارا تھا۔ جو اس کے گرنے پر چوٹ لگنے پر کبھی پاس آ کر یہ تک نہیں پوچھتا تھا کہ کیا ہوا وہ شخص اس قدر تحمل سے آج سب کے سامنے اس پر اپنا حق جتا رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

کیسے مرد تھے اس کی زندگی میں۔

کوئی سختی سے حق جتاتا تھا۔

کوئی حق سے حق جتاتا تھا اور کوئی بیگانگی کی انتہا کیے بے وقت حق جتا رہا تھا۔

کوئی اسے حق جتانے کا حق بھی تو دے۔ وہ اس پل بد گمانیوں کی انتہا پر پہنچ چکی تھی۔

لال حویلی کی فضا میں اس کا دم گھٹ رہا تھا۔

"تم سے اور اس حویلی کے ہر فرد سے پہلے اس پر ہمارا حق ہے۔ اور ہم اپنی بیٹی کے لیے فیصلہ لے چکے ہیں۔" سکندر حسین زکوان کے عین مقابل کھڑے ہو کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اسے چیلنج بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

انہوں نے وہ کیا تھا جو نواب مصطفی نہیں کر پائے تھے۔

انہوں نے زکوان مصطفی کو لاجواب کیا تھا۔ وہ سچ تو کہہ رہے تھے۔ ایک باپ چاہے کتنی بے اعتنائی برت لے۔ باپ کے آگے دنیا کا ہر مرد لاجواب رہ جاتا ہے۔

www.novelsclubb.com

"ناٹ فئیر چچا حضور۔۔۔ ناٹ فئیر۔۔۔ ایک چھت کے نیچے رہتے ہوئے بھی جس بیٹی کے زندہ رہنے کی کبھی خبر تک نہیں رکھی اس پر آپ ایسے حق نہیں جما سکتے۔" کمزور سا احتجاج زکوان نے پھر بھی سامنے رکھا تھا جس پر نواب سکندر بنا کسی قسم کی شرمندگی لیے یونہی اطمینان سے کھڑے رہے۔

''نہیں بیٹا۔۔۔مجھے حق ہے یا نہیں اس کا فیصلہ آج میں اور تم نہیں کرتے۔اس کا فیصلہ آج شیریں سکندر پر چھوڑ دیتے ہیں۔'' لمحے کے ہزارویں حصے میں شیریں نے اپنا جھکا ہوا سر اُٹھا کر ان کی جانب دیکھا تھا۔کرنٹ سا اس کے وجود میں دوڑنے لگا۔یہ کیا ہو رہا تھا؟ آج پہلی بار اس کو اپنی نسبت سے پکارنے والا اس کا باپ اس کو فیصلہ لینے کا حق بھی دے رہا تھا۔وہ ششدر رہ نہ رہ جاتی تو کیا کرتی۔

اس بات سے بے خبر کے وہ کتنی بے وقوف تھی اس نے آس بھری نظروں سے اپنے باپ کی طرف دیکھا۔زکوان ان کے کھیلے گئے داؤ پر لب بھینچتا رہ گیا۔

وہ جانتا تھا اس کے ساتھ کھڑی لڑکی کس قدر بے وقوف تھی۔کاش وہ خود بھی جانتی ہوتی۔

''بولو بیٹا۔۔۔کیا تم اپنے باپ کو فیصلہ کرنے کا حق دو گی؟''اس بار سکندر حسین نے براہ راست شیریں کو مخاطب کیا تھا جو باپ کی آواز اور ان کے الفاظ پر پگھلتی چلی گئی۔

سوچنے سمجھنے کی حِس سلب ہو چکی تھی۔زکوان کو اپنے ہاتھ میں حرکت محسوس ہوئی۔

وہ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے چھڑوا رہی تھی۔ بازی بلآخر ایک ماہر مہرے نے پلٹ دی تھی۔

زکوان کرب سے آنکھیں موند کر رہ گیا۔ وہ جانتا تھا اگلے پل کیا ہونا ہے مگر وہ روکنے کی صلاحیت سے محروم کر دیا گیا تھا۔

"ہمیں۔۔۔ ہمارے۔۔۔ بابا حضور کا۔۔۔ ہر فیصلہ۔۔۔ پورے دل سے۔۔۔ قبول ہے۔" ٹھہر ٹھہر کر لرزتی ہوئی آواز میں شیریں سکندر نے آخر وہ کہہ دیا جو متوقع تھا۔

"آپ اپنے ظالم بھائی کی خواہش پوری کرنے کے لیے اپنی ہی بیٹی کے ساتھ۔۔۔"
زکوان کا دل چاہا وہ اس ہال کی ہر چیز تہس نہس کر ڈالے۔

"زبان سنبھال کر بات کرو زکوان۔۔۔ ہم تمہارے بابا ہیں۔" اس کے لہجے کی توہین نے نواب مصطفی کو طیش دلایا تو وہ اُسے سختی سے روکتے اس کا مزید پارہ ہائی کر گئے۔

"نہیں نواب مصطفی حسین علی نہیں۔۔۔۔" وہ اب کی بار گردن کی تنی رگوں اور سرخ ہوتی آنکھوں میں سختی لیے چلا اُٹھا۔

"آپ کا اور میرا کوئی رشتہ نہیں ہے۔ میری ماں کے قاتل سے میرا کوئی رشتہ نہیں ہے۔" شہادت کی اُنگلی اُٹھائے وہ پتھریلے تاثرات لیے سامنے کھڑے شہر کے نواب کی اپنے نظروں میں موجود حیثیت جتاتا اک پل میں اُنہیں بے مول ٹھہرا گیا۔

وہ نو سال پرانے حساب پر اُتر آیا تھا۔ غصہ۔ نفرت۔ تکلیف۔ اذیت۔ بہت کچھ تھا جو اُس کی آنکھوں میں سرخی بن کر اُتر آیا تھا۔

"دوبارہ میرا خود سے کوئی بھی رشتہ جوڑنے کی کوشش مت کیجیے گا نواب صاحب۔ زکوان لوٹا ضرور ہے مگر بھولا کچھ بھی نہیں۔" وہ دبے دبے لہجے میں بہت کچھ جتاتا اِنہیں لاجواب چھوڑتا آگے بڑھا۔

"اور تم۔۔۔" بپھرے ہوئے زکوان کا رخ اب شیریں کی طرف تھا جو بنا کوئی تاثر لیے اُسے سن رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

لال حویلی میں اک وہی بچا تھا جس سے وہ ڈر کر سہم کر دبک نہیں جاتی تھی۔ جس کے چلانے پر وہ اُچھل نہیں پڑتی تھی۔ اور وہ اُسے زخمی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

''بہت اپنے لگنے لگے ہیں یہ سب تمہیں؟ بھول گئی تم؟ بھول گئی اپنے ماں کے مجرموں کے ظلم؟ بھول گئی میری ماں کے قاتلوں کا ظلم؟ کہاں مر گئی ہے تمہاری غیرت شیریں سکندر؟ ہوش میں آؤ۔ سب تو چھین لیا اُنہوں نے اب جو بچا ہے کیا وہ بھی چھیننے کا حق دے رہی ہو؟'' اسے کاندھوں سے تھامے وہ جھنجھوڑ رہا تھا۔ گرفت پھر بھی ہلکی تھی۔

وہ بھلا کیسے اس کے ساتھ جارحانہ انداز اپنا سکتا تھا۔ مگر وہ اُس سے سخت ناراض تھا۔ ناراضگی اُسکی آنکھوں سے جھلک رہی تھی۔ مگر شیریں نے اس پل صرف ایک نظر اُٹھا کر دیکھا تھا۔ سکندر حسین کی طرف۔ اپنے باپ کی طرف۔ اک موہوم سی اُمید تھی ان نظروں میں شاید آج اسے اس کے بابا حضور مل جائیں۔

''ہم وہی چاہتے ہیں جو ہمارے بابا حضور چاہتے ہیں۔'' اس نے بناز کو ان کی جانب دیکھے باپ کو نظروں کے حصار میں لیے ایک بار پھر اپنا وہی فیصلہ دہراتے ہوئے زکوان مصطفی کو اندر تک توڑ ڈالا۔ بہت کچھ اس پل زکوان مصطفی کے اندر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوتا چلا گیا۔

www.novelsclubb.com

''شہرین شیرازی آپ کے لیے اپنے بیٹے کا ہاتھ مانگ رہی ہیں بیٹے۔'' زکوان ہارے ہوئے قدموں کو گھسیٹتا وہاں سے نکل رہا تھا۔ سکندر حسین اونچی آواز میں یقیناً اسے سنانے کو بظاہر شیریں سے مخاطب تھے۔

''ہم چاہتے ہیں آپ ہاں کر دیں زین العابدین بہت اچھے انسان ہیں۔ کیا آپکو اپنے بابا کی خواہش قبول ہے؟'' وہ باہر مین ڈور کو جاتی راہداری کی طرف بڑھ رہا تھا۔

شیریں نے ایک نظر اُس جاتے ہوئے شخص پر ڈالی جو رفتہ رفتہ دور ہو رہا تھا۔

''تمہاری یاد میرے گرد آکسیجن کی طرح رہی ہے ہمیشہ اتنا تو بھروسہ رکھو اپنے بیسٹ فرینڈ پر۔

تم میرے لیے تو لکی ہی ہو۔

تم بتاؤ۔ تم تو نہیں بدل گئیں نا؟'' وہ دور ہوتا جا رہا تھا۔ یا شاید وہ دور ہی رہا تھا ہمیشہ۔ اُس کے گرد آوازیں مدھم ہونے لگیں۔

''قبول ہے۔'' شیریں سکندر کے لبوں نے لفظوں کو آزاد کیا اور راہداری عبور کرتے قدم اپنی جگہ اک پل قید ہو کر رہ گئے۔

فضا میں سکتہ طاری ہونے لگا۔ زرینہ حسین آنکھیں میچے ہارے ہوئے انداز میں صوفے پر گرنے کے سے انداز میں بیٹھ گئیں۔

سکندر حسین نے مسکرا کر فخر سے بیٹی کو دیکھتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور وہ باپ کی محبت کو ترستی بے وقوف لڑکی ان کے سینے سے آ لگی۔

زرا فاصلے پر کھڑے نواب مصطفیٰ حسین کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ نے گھیرا ڈالے ان کا سر مزید اونچا کر دیا۔ سینہ تانے وہ فتح یاب مسکراہٹ لیے مغرور نظروں سے راہداری میں ساکت کھڑے اپنے بیٹے کو دیکھ رہے تھے۔ تاثر ایسا تھا جیسے کہہ رہے ہوں۔

دیکھو میں جیت گیا۔

قید کا بھی اک مقررہ وقت ہوتا ہے۔ بہت سی ہمت مجتمع کیے وہ بھاری ہوتے قدم اُٹھائے بلآخر راہداری عبور کرتا لال حویلی سے نکل آیا۔

یہاں اس کو ایک بار پھر ہرا دیا گیا تھا۔ ایک بار پھر اس کے اپنوں نے اسے توڑ دیا تھا۔ لال حویلی سچ میں لال تھی۔

کسی کے جسمانی خون سے لال اور کسی کے ارمانوں کے خون سے لال۔

حویلی کی بوجھل فضا نے بھی تھک ہار کر اپنا سارا بوجھ اس کی عمارت پر ڈال دیا۔

ایک بار پھر خاموشی کا راج عائد ہو چکا تھا۔

خوشیوں کا خون کرتی بے حس خاموشی کا راج۔

★★★★★

حویلی میں خاصی چہل پہل تھی۔ ملازم دوڑ دوڑ کر سب کام انجام دے رہے تھے۔ لیونگ ہال میں کسی کے ہنسنے کی آواز آ رہی تھی اور کسی کے سیاست پر تبصروں کی۔

آج کئی دنوں بعد حویلی کی خاموشی کا سحر ٹوٹا تھا۔

شہرین شیرازی اور زین العابدین شیریں کے رشتے کا شگن لیکر لال حویلی آئے تھے۔

زرینہ حسین اور شہرین مسکرا کر سبرینہ کو سن رہے تھے جو شیریں کو اپنی بھابھی بنانے پر بہت خوش دکھائی دے رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

اس کی محبت کی اینڈنگ ہیپی تو نہیں ہو پائی تھی۔ مگر وہ زندگی کو گزارنے کا ڈھنگ واپس سیکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ کوئی مسکراتا تو مسکرا دیتی۔ کوئی ہنستا تو ہنس دیتی۔

رک جانے والے پھر بہت پیچھے رہجاتے ہیں۔اس نے بھی زخمی پیروں سے چلنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ تبھی وہ آج اپنے بھائی کی خوشی میں خوش ہو کر سب کے درمیان بیٹھی مسکرا رہی تھی۔

ایک طرف صوفوں پر بڑی شان سے

بیٹھے نواب مصطفی اور سکندر حسین زین العابدین سے سیاسی گفتگو میں مشغول نظر آرہے تھے۔

تبھی مین دروازے سے کوئی اندر داخل ہوا۔

"کیا آپ انڈیا واپس آسکتی ہیں۔" راہداری عبور کیے سوٹ کیس کی ٹرالی کھینچتے ہوئے وہ اندر کی طرف آرہی تھی۔

www.novelsclubb.com

ایلیا پریرا شیریں کے بلانے پر لوٹ آئی تھی۔

وہ جانتی تھی لال حویلی کے مرد اِس غیر مسلم لڑکی کی موجودگی سے نالاں تھے سو وہ نیویارک واپس چلی آئی تھی۔

کچھ کہانیاں شروع ہونے سے قبل ہی ختم ہو جایا کرتی ہیں۔اس کے مطابق شاید اس کی کہانی بھی اُنہی میں سے ایک تھی۔

مگر کون جانے جہاں سب کو لگتا ہے کہانی ختم۔۔۔وہی سے اس کہانی کا نیا باب شروع ہو جائے۔

وہ ہال میں داخل ہو چکی تھی۔

سب نظریں ایک ساتھ اس کی جانب اُٹھیں۔ملازم پیچھے ایک اور بیگ تھامے اس کے ساتھ اندر آ رہا تھا۔

"ہیلو ایوری ون۔"مسٹر دلانگ کوٹ اور جینز میں ملبوس اخروٹی رنگ بالوں کا ہاف جوڑا بنائے مسکراتی ہوئی ہشاش بشاش سی ایلیا پر یر اسب کو اچانک آمد سے حیران کر گئی تھی۔

سر کی جنبش سے مردوں نے اسے جواب دیا جبکہ سبرینہ تیزی سے اُٹھ کر بس کی جانب لپکی۔ مسکرا کر بسے دیکھا اور گلے لگ گئی۔

اب وہ باری باری سب عورتوں سے مل رہی تھی۔

"آنٹی شیریں کہاں ہیں؟"جس نے اُسے بلایا تھا وہ ہی منظر سے غائب تھی۔

''اس کے ہونے والا سسرال آیا ہوا ہے بھئی ظاہر ہے ہماری پیاری سی شیریں اپنے کمرے میں تیار ہو رہی ہیں۔'' سبرینہ نے مسکرا کر ایلیا کو جواب دیا تو باقی دونوں عورتیں میں مسکرانے لگیں۔

''آجاؤ اُسے سرپرائز دیتے ہیں۔'' سبرینہ نے ایلیا کا ہاتھ تھامے اُسے اٹھنے کا کہا۔

ملازم اب ایلیا کا سامان اوپر گیسٹ روم میں رکھ رہی تھیں۔

وہ اپنے کمرے کی سٹڈی ٹیبل پر سامنے اسکیچ بک کھولے پینسل ہاتھ میں لیے کچھ سکیچ کر رہی تھی۔

تبھی اُسکی آنکھوں پر کسی نے ہاتھ رکھا۔ ''دیکھو شیریں تم سے ملنے کون آیا ہے۔'' آواز سبرینہ کی تھی۔ ہاتھوں کو یونہی اس کی آنکھوں پر جمائے اُسے اٹھا کر ایلیا کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا گیا۔

www.novelsclubb.com

آہستہ سے ہاتھ ہٹائے تو منظر زرا دھندلا ہونے کے بعد آہستہ سے صاف ہونے لگا۔

ایلیا ہلکی سی مسکراہٹ لبوں پر لیے اُسے دیکھ رہی تھی۔

تو وہ اُس کے بلانے پر یوں تین ماہ بعد ہی سہی لوٹ آئی تھی۔

شیریں نے مسکرا کر ایلیا کی جانب سر کو ہلکی سی جنبش دیے ویلکم کیا۔اُن کے درمیان کہاں اتنی بے تکلفی تھی کہ وہ گلے لگتیں یا خوشی مناتیں۔

''اور یہ کیا بد تمیزی ہے لڑکی۔نیچے تمہارے سسرال والے تمہارا شگن لے کر آئے ہیں اور تم بیٹھ کر سکیچنگ کر رہی ہو۔مجھے لگا تم تیار ہو رہی ہو گی۔''سبرینہ نے مصنوعی ناراضگی دکھاتے ہوئے اُسے لتاڑا۔''دکھاؤ کیا اسکیچ کیا؟''سبرینہ سٹڈی ٹیبل کی طرف بڑھ رہی تھی مگر شیریں اُس سے پہلے پہنچتی جھٹ سے سکیچ بک بند کر گئی۔نامحسوس انداز میں اُس نے سکیچ بک کو اپنے پیچھے کیا اور ٹیبل کی نچلی دراز کھول کر اس میں رکھ دی۔

''ایلیا تھک گئی ہو نگی سبرینہ۔۔۔انہیں آرام کرنے دیتے ہیں۔''سبرینہ کے ناسمجھی سے دیکھنے پر شیریں نے اُسکا دیہان ایلیا کی جانب ڈالا تو وہ بھی اثبات میں سر ہلاتی اس کی جانب متوجہ ہو گئی۔اس بات سے انجان کے اس کے دیہان بھٹکنے پر شیریں نے کیسی مطمئن سی سانس خارج کی تھی۔

سبرینہ ایلیا سے کچھ کہہ رہی تھی مگر ایلیا کا دیہان اب بھی شیریں پر تھا۔وہ سب کچھ دیکھ چکی تھی بس سمجھ نہیں پائی۔

''چلو تم فریش ہو جاؤ اور آرام تو نہیں بھئی ہم اپنی ہونے والی بھابھی کا شگن لائے ہیں۔ تاریخ فکس کرنی ہے۔ تم رات میں آرام کر لینا۔'' سبرینہ ان دونوں کے اندر کی ہلچل سے بے خبر اپنے بھائی کی خوشی کی عینک سے سب دیکھتی بس اپنی کہے جا رہی تھی۔

ایلیا نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔ ''بھابھی آپ نیچے آنٹی کے پاس بیٹھیں میں خود بھی فریش ہو کر انہیں بھی فریش کروا کر نیچے لے آؤں گی۔'' سبرینہ سے کہتی ایلیا کو شیریں نے اِس پل بغور دیکھا۔

کتنا عجیب تھا سب کچھ۔۔ وہ ایک دوسرے سے کس قدر کھنچی ہوئی تھیں مگر کہیں اندر دونوں ایک دوسرے کی ہر کیفیت کو سمجھ پا رہی تھیں۔ ایک ان کہا سا ربط جیسے ان دو اجنبی لڑکیوں کو جوڑ رہا تھا۔ سبرینہ شیریں کو دیکھ اثبات میں سر ہلائے باہر کی جانب بڑھ گئی۔

www.novelsclubb.com

وہ دونوں اب کمرے میں اکیلی تھیں۔

''کیسی ہو؟'' ایلیا نے شیریں کی جانب دیکھ کر پوچھا جو بیڈ پر دونوں ہاتھوں کی انگلیاں باہم جوڑے آ بیٹھی تھی۔

''ہم ٹھیک ہیں۔''ایلیا کو جواب دیتے ہوئے اس نے مسکرا کر دیکھا اور پھر نظریں پھیر گئی۔

''تم خوش ہو اِس رشتے سے؟''ایلیا نے اگلا سوال داغا۔وہ تو کچھ اور سوچ کر گئی یہاں سے تھی۔

شیریں نے اس کا سوال سمجھنے کی کوشش کی۔باپ کا مسکراتا فخریہ انداز یاد آیا۔

آجکل وہ اس کا گاہے بگاہے کسی سے پوچھ بھی لیا کرتے تھے۔یاد آنے پر وہ مسکرا دی۔

''ہاں۔۔۔۔ہم بہت خوش ہیں۔''اُس کے باپ کے گرد جمی برف شاید پگھلنے لگی ہے۔وہ سوچ رہی تھی اور مسکرا رہی تھی۔

''اور وہ۔۔۔۔کیا وہ بھی خوش ہے؟''اب ایلیا اُس کے پاس بیٹھ گئی تو وہ اِس سوال پر چونک سی گئی۔

www.novelsclubb.com

''کون''شیریں نے ایسے پوچھا تو ایلیا کو عجیب سا لگا۔''زکی۔۔۔کیا زکی خوش ہے تمہاری ہاں سے۔''ایلیا اس کے چہرے کو پڑھنے کی کوشش کر رہی تھی جواب اک دم بجھ سا گیا تھا۔مسکراہٹ سمٹ چکی تھی۔

ہارے ہوئے انداز میں گھر سے نکل کر جاتا ہوا وہ لڑکا اُسے بے ساختہ یاد آیا۔ اُسے جھنجھوڑ کر سمجھاتا ہوا وہ لڑکا اُسے بے ساختہ یاد آیا۔ یاد سے اُسے ایک دم یاد آیا۔

اس دن کے بعد ان کا آمنا سامنا ہونا بند ہو گیا تھا۔

وہ اب اُسے لال حویلی میں دکھائی نہیں دیتا تھا۔ اوہ ہاں وہ اب لال حویلی میں پہلے کی طرح گھومتی پھرتی بھی کہاں تھی۔

سبرینہ آتی تھی تو وہ کچن یا ہال تک آجاتی تھی ورنہ زرینہ بوا کا کمرہ اور اپنا کمرہ ہی بس کی رہائش گاہ تھے۔

''شیریں'' ایلیا نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر پکارا جو کھوئی ہوئی لگ رہی تھی۔

''ہاں'' وہ جیسے کسی خیال سے ایک دم چونکی تھی۔

''وہ بھی۔۔۔ آجکل۔۔۔ آفس جاتا ہے۔۔۔ اذان بھائی کا کیس بند ہو گیا ہے نا۔۔۔ اس پر بھی ناراض ہے۔۔۔ تو۔۔۔ زیادہ بات نہیں ہوتی۔'' ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں وہ نجانے کیوں اور کسے وضاحت دے رہی تھی۔

''واٹ؟ کیس بند مطلب۔۔۔'' ایلیا تو جملے کے درمیانی انکشاف پر ہی حیران رہ گئی تھی۔

''بڑے ابا اور بابا حضور کے مطابق کسی سیاسی حریف کا ہی کام تھا۔ کورٹ کچہری کے بار بار لگتے چکروں سے ان کی الیکشن کیمپین متاثر ہونے لگی تو۔۔۔''ایلیا اس کے جواب پر سن رہ گئی۔ نوابوں کے دل اتنے پتھر کیسے ہو سکتے ہیں۔

وہ شل رہ گئی تھی۔ ''بی بی نیچے بڑی بیگم بلا رہی ہیں۔''دروازے پر دستک دیتی زبیدہ کی آواز پر دونوں نے مڑ کر اسے دیکھا۔

ایلیا اُٹھ کر شیریں کے ڈریسنگ میز تک آئی۔ ''ہم لوگ آ رہے ہیں۔''زبیدہ سے کہہ کر اُس نے شیری کو اشارتاً بلایا جو لباس کب سے تبدیل کیے بیٹھی تھی بس زرا سے بناؤ سنگھار کی فارمیلیٹی باقی تھی۔

★★★★

www.novelsclubb.com

''تم خوش ہو نا شیریں؟''شام کی سرخی پھیل چکی تھی۔ شیرازی مینشن کے افراد تاریخ تہ کر کے اب جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ سبرینہ نے جاتے ہوئے اِک پیار بھری نظر اس پر ڈالے پوچھا جو اِس پورے وقت میں خاموش بیٹھی رہی تھی۔

"ہاں ہم۔۔۔۔خوش ہیں۔"شیریں نے مسکرا کر اُسے تسلی دی تو سبرینہ بھی اُسے خود سے لگائے اطمینان سے مسکرا دی۔

وہ لوگ اب جا رہے تھے۔

زرینہ حسین اور ایلیا مسکرا کر اُنہیں دروازے پر وداع کرنے لگیں تو شیریں خاموشی سے نکل کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

★★★★

سیاہ رات اپنے جوبن پر تھی۔ گیسٹ روم کے کمرے سے ملحق بالکنی میں کھڑی وہ فلائیٹ اور پھر دن بھر کی تھکان کافی سے اتارتی ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں کو خود میں جذب کر رہی تھی۔

اس گیسٹ روم کی بالکنی سے حویلی کے دالان کا مکمل نظارہ کیا جا سکتا تھا۔

ٹھنڈی ہواؤں کے باعث پیڑ پر بچھے سبز پتے ایک لہہ میں خود کو ہوا کے سپرد کرتے کس قدر خوبصورت لگ رہے تھے۔

سیاہ دیو قامت گیٹ ابھی بھی کھلا ہوا تھا۔ دو مسلحہ چوکیدار گیٹ کے پاس کرسیاں لگائے بیٹھے تھے۔ کافی کا گھونٹ بھرتی ایلیا کی نظر گیٹ کی طرف اُٹھی جہاں سے اِسی پل سیاہ مرسیڈیز اندر داخل ہو رہی تھی۔

گاڑی لمبی پتھریلی روش عبور کیے پورچ تک آ کھڑی ہوئی۔ سفید یونیفارم میں ملبوس ڈرائیور عجلت میں باہر نکلا اور پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ تبھی وہ گاڑی سے اُترتا دکھائی دیا۔

دالان میں لگے دراز قد لیمپ کی چندھیاری ہوئی سفید روشنی میں وہ اس کو دیکھتے ہی پہچان گئی۔

گاڑی سے نکلتا وہ اب مین ڈور کی طرف جاتے فرنشڈ ماربل کے فرش پر چل رہا تھا۔ ڈرائیور پیچھے ہی اس کا لیپ ٹپ بیگ ہاتھ میں لیے آ رہا تھا۔ بازو پر ہی نیوی بلیو کوٹ ڈالے وہ اندر داخل ہوا اور ایلیا بھی بالکنی سے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

★★★★

وہ کچن میں کھڑی پانی فریج سے نکال رہی تھی جب اُسے خاموش پر سکون ماحول میں بوٹوں کی چاپ محسوس ہوئی۔

آہستہ سے چلتی وہ کچن کے ایک طرف موجود باہر کو پچھلے لان میں کُھلتے دروازے تک آئی۔ وہ اچھے سے اِس چاپ کو پہچانتی تھی۔ وہ اس انداز میں کھڑی تھی کہ اگر کوئی کچن میں داخل ہونے لگے تو بیرونی دروازہ کھولے وہ باہر نکل سکتی تھی۔

کچھ ہی دیر میں بوٹوں کی چاپ دور ہوتی محسوس ہوئی تو وہ باہر نکل آئی۔ سانس بحال کیے وہ پانی کی بوتل لیے کچن سے باہر نکلنے لگی۔

تھوڑا فاصلہ عبور کیے وہ مین ہال کی سیڑھیوں کی طرف بڑھ رہی تھی مگر ٹھٹھک کر رک گئی۔

وہ سیڑھیوں کے پاس کھڑا اوپر سیڑھیوں سے اترتی ایلیا پریرا کو دیکھ کر دنگ ہوا تھا اور اسے یوں ابھی بھی وہاں دیکھ شیریں ساتھ موجود پلر کی اوٹ میں چھپ گئی۔ سانس روکے وہ اس پل کسی بھی طرح غائب ہونے کی خواہش مند دکھائی دے رہی تھی۔

"ناٹ بیڈ زکی۔۔۔اوپس۔۔۔آئی مین نیو بزنس ٹائیکون نواب زکوان مصطفی۔۔۔" سینے پر دونوں ہاتھ باندھے سلک کے سرمئی ڈھیلے ٹراؤذر شرٹ میں ملبوس بالوں کا ہاف جوڑا بنائے وہ زکوان کے سامنے آتی مسکراتے ہوئے میٹھا طنز کر رہی تھی۔

''تم؟۔۔۔یہاں؟''حیرت سے زکوان نے اس لڑکی سے پوچھا جو نو سال تک اس کے لیے دوست، فیملی سب کچھ بن کر اس کے پاس ہمیشہ موجود رہی تھی۔

''کیوں مسٹر؟تم کو میرا یہاں ہونا اچھا نہیں لگا؟''وہ ایک قدم مزید آگے کو ہوئی۔

"نہیں۔۔ایسی بات نہیں۔بس یوں اچانک۔۔۔"زکوان کو سمجھ نہیں آیا وہ کیا ردعمل دے۔

''لک ایٹ یوز کی۔۔۔۔(اپنے آپ کو دیکھو)کتنا بدل گئے ہو۔یہ سوٹ بوٹ، یہ بڑھی ہوئی داڑھی۔کیا حال کر لیا ہے تم نے اپنی اِن آنکھوں کا۔''پلر کی اوٹ سے دیکھتی شیریں کے لب مبہم مگر اُداس سے مسکرا رہے تھے۔

ایلیا کے لہجے میں،اُس کے لفظوں میں،اس کے ہر اِک انداز میں زکوان کے لیے بے پناہ فکر تھی۔اس نے ٹھیک فیصلہ لیا تھا اس لڑکی کو بُلا کر۔وہ ہی شاید اِس ٹوٹے ہوئے شخص کے دل کا مرہم بن سکتی تھی۔

''میں پورا دن آفس میں بزی تھا کام کا لوڈ زیادہ ہوتا ہے آجکل بس اسی لیے تھکا ہوا ہوں۔ آرام کرنا چاہتا ہوں یار۔ صبح ملتے ہیں۔ گڈ نائٹ۔'' فارمل سی مسکراہٹ لبوں پر سجائے اُس نے ایلیا کے سوال پر اتنا ہی جواب دیا اور اسکا کاندھا تھپتھپاتا اوپر کی جانب بڑھ گیا۔

اسے جاتا دیکھ دونوں کی نظریں اسی پر ٹکی تھیں۔ وہ پلر کی اوٹ سے نکلتی ایلیا کے پاس چلی آئی۔

''کیا تمہیں نہیں لگتا شیریں کچھ غلط ہو رہا ہے؟ میرا دوست کام سے کبھی نہیں تھکتا۔ شاید کچھ اور ہے جو اُسے تھکا رہا ہے۔'' وہ اُسے پلر کے اوٹ میں چھپتا دیکھ چکی تھی۔ اب کی بار اس نے شیریں سے ہلکے انداز میں باز پرس کرنی چاہی۔

''اس حویلی کی فضا ہی ایسی ہے شاید۔ جو یہاں بسنے لگیں وہ تھکنے لگتے ہیں۔ شاید اس لیے آپ کا دوست بھی تھکنے لگا ہے۔ بس۔۔۔ اسی لیے ہم نے آپ کو بلایا ہے۔ آپ اسے اس تھکے ہوئے بوجھل ماحول سے نکال کر لیجائیں۔ ورنہ ساری عمر اس کی آنکھوں کے حال پر ملال کرتی رہ جائیں گی۔ شیریں اپنی بات کہہ کر اسے لاجواب کرتی خود بھی اپنے کمرے کی

جانب بڑھ گئی۔ مگر ایلیا کا فلحال سونے کا ارادہ نہیں تھا۔ کچھ سوچ کر وہ حویلی کے اٹالین کچن کی طرف بڑھ گئی۔

بوٹوں سمیت وہ بیڈ پر یونہی آنکھوں پہ ایک بازو رکھے نیم دراز تھا جب دروازے پر دستک نے اسکا دیہان اپنی جانب کھینچا۔

وہ ہاتھ میں لکڑی کی بنی پیاری سی ٹرے تھامے ہوئے تھی۔ جس میں کافی کا سفید بے داغ مگ اور ساتھ گولیاں رکھی ہوئی تھیں۔

چار و ناچار اُسے اُٹھ کر بیٹھنا پڑا تو وہ بھی اندر داخل ہوئی۔ نیو یارک ہوتا تو میں دستک بھی نہیں دیتی مگر تمہاری حویلی میں تو دستک دیکر بھی اندر آنے سے ڈر لگتا ہے یار۔'' مسکراتی آنکھوں نے زکوان کو اپنے ازلی انداز میں چھیڑا تو وہ اُسے دیکھنے لگا۔

''تو نہ آتیں۔ سو جاتیں مجھے بھی سونے دیتیں۔'' زکوان کے یوں سادگی سے کہنے پر اُس نے برا سا منہ بنا کر اُسے دیکھا۔ کافی والی ٹرے اُس کے بیڈ کے سائیڈ ٹیبل پر رکھی۔

''میں نے ابھی ابھی کافی پی ہے ورنہ میں تمہیں کمپنی ضرور دیتی زکی۔ خیر دیکھو کتنے ٹائم بعد میں نے تمہارے لیے کافی بنائی ہے چلو پی کر بتاؤ کیسی ہے۔'' وہ ایلیا پر یرا تھی۔ اُس

کے لیے ہر لمحہ فکر مند رہنے والی اس کی بہترین دوست۔ کچھ وقت پہلے شیریں کا کہا گیا جملہ اُس کی سماعت میں پھر سے اُترا تو اُس نے ایلیا کی جانب دیکھا۔

''تم واپس کیوں آئی ہو ایلیا؟'' سوال کرنے کا انداز عام تھا نا ہی معنی۔ ایلیا کے کافی اُٹھاتے ہاتھ اک پل کو تھمے، پھر لب بھینچ کر خود کو نارمل کرتی وہ سیدھی ہوئی۔

سیاہ لوفرز اُتار کر وہ اب بیڈ کے نیچے ایک طرف رکھ رہا تھا۔

''شیریں نے بلایا ہے۔ اپنی شادی پر۔'' ایلیا کی جانچتی نظروں نے زکوان کے سفید پڑتے چہرے کو بخوبی دیکھا تھا۔

''مجھے تو لگتا تھا کہ جس کو نیویارک کے شور میں اِک پل نہیں بھولے تم واپس انڈیا آ کر اس سے شادی کر لو گے جس کو تم ہمیشہ یاد رکھتے تھے، دل کے اتنے پاس رکھتے تھے اب ایسا کیا ہو گیا؟ جب میں نے تمہارا اس کے لیے والہانہ انداز دیکھا تو یقین ہو گیا تھا کہ بس۔۔۔ اب تو تم اس پر کسی کی پرچھائی بھی نہیں پڑنے دو گے۔۔۔ لیکن حیرت ہے چھوٹے نواب۔ تم تو خود اس کی شادی۔۔۔'' ایلیا شیریں سے نہ سہی اس سے تو کھل کر سب پوچھ سکتی تھی۔ تبھی بنا رُکے وہ بولے جا رہی تھی جہاں دوسری طرف وہ بنا اس کی جانب دیکھے اُسے سن رہا

تھا مگر ایک دم بولتے بولتے ایلیا کو رکنا پڑا۔ وہ کہتے کہتے ناچاہ کر بھی خاموش ہو گئی جب زکوان نے اِس بار اُس کی جانب دیکھا۔

زخمی شکوہ کناں نگاہوں نے اُس سے التجا کی تھی۔ خاموش ہو جانے کی التجا۔

مزید کچھ نہ کہنے کی التجا۔

زخموں پر نمک نہ چھڑکنے کی التجا۔

وہ پل بھر میں اُس کی ہر ایک التجا سمجھتی خاموش ہو گئی۔

زکوان چہرے پر ہاتھ پھیرتا واپس بیڈ پر بیٹھ گیا تو وہ بھی اُس کے پاس ہی چلی آئی۔

"یہ تم کیا کر رہے ہو یار؟ تمہیں یاد ہے سٹین کے سوتیلے باپ نے جب اس کو اپنے بوائے فرینڈ سے شادی کرنے پر منع کر دیا تو تم نے اپنی پاکٹ منی اور وہ ڈائمنڈ واچ سمیت اُسے بھگا دیا تھا؟ یاد ہے جب پاکستان سے آئی لاریب کے پاس اپارٹمنٹ کے رینٹ کے پیسے نہیں تھے تو تم نے یونیورسٹی ڈین کے بیٹے کا والٹ چرا کر اُسے دے دیا تھا؟" وہ اُسے نجانے کیا کیا یاد دلا رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

''اِن سب باتوں کا مقصد؟'' بے دلی سے زکوان نے پوچھا تو افسوس بھری نگاہوں سے ایلیا اُسے دیکھنے لگی۔

''انڈیا آکر تمہارا دماغ بھی بہت دیسی ہو گیا ہے زکی۔ بالکل ناکارہ۔۔۔۔بدھو انسان۔۔۔جب تم سب کے لیے رسک لے سکتے ہو تو اپنے لیے تم ایک سٹینڈ نہیں لے پائے؟'' ایلیا کے لہجے میں بے حد افسوس جھلک رہا تھا۔

''سٹین اور اس کے بوائے فرینڈ کو بھاگنے میں مسئلہ نہیں تھا۔لاریب نے چوری کیا ہوا والٹ قبول کر لیا تھا ایلیا۔۔۔ مگر میرے کیس میں ایسا کوئی مثبت پہلو نہیں ہے جس کی بنا پر میں سٹینڈ لے سکوں۔۔۔۔اور۔۔۔میں نے ایک بار کو سٹینڈ لیا بھی تھا۔۔۔۔ مگر وہ دنیا جہان کی بے وقوف لڑکی۔۔۔اُسے باپ کے تین ایموشنل لفظوں نے ایسا نرم کیا کہ میں پھر اُسے کہیں نظر ہی نہیں آیا۔'' زکوان پچھلے تین مہینوں کی فرسٹریشن آج نکال رہا تھا۔ اُس کے سامنے جو نو سال سے اُس کا ہر سرد و گرم رویہ جھیلتی آئی تھی۔

www.novelsclubb.com

''میرے کیس میں سوتیلا نہ سہی سگا باپ بھی جیت گیا اور وہ اُلو کا پٹھّا بھی۔'' دونوں آستینیں کہنیوں تک فولڈ کرتے زکوان نے درشتی سے کہا تو ایلیا اس کے غصے پر نہ چاہتے ہوئے بھی اک لمحہ کو مسکرا دی۔

''کون اُلو کا پٹھا؟'' اُس نے جان بوجھ کر زکوان کو چڑانے کی خاطر بے تکا سوال کیا تھا۔ اور اُس کی توقع کے عین مطابق خطرناک حد تک تپی ہوئی نظریں ایلیا کی جانب اُٹھیں۔ وہ چل کر اُس کی طرف آیا۔ اس کو بازو سے تھاما اور دروازے کی طرف لیجانے لگا۔

''اب مجھے اپنی شکل تب تک مت دکھانا جب تک تمہیں اُلو کے پٹھے کا خود پتا نہ چل جائے ورنہ مجھ سے پوچھو گی تو واپس نیویارک بھجوا دوں گا۔ ناؤ گیٹ لاسٹ۔'' اُسے چڑے ہوئے لہجے میں کہتے زکوان کو مزید تپ چڑھی جب دیکھا کہ دروازے کے پار کھڑی وہ اب بھی لب دبائے مسکرا رہی تھی۔ اس نے بات مکمل کرتے ہی ایلیا کے منہ پر دروازہ بند کر دیا۔

''اتنا ہی اُلو کا پٹھا ہے وہ تو کیوں جانے دے رہے ہو اُس کے ساتھ۔'' دروبزے پر سر رکھے وہ ہنس رہی تھی اور اُسے مزید تنگ کر رہی تھی۔ مگر اسبار جواب نہیں آنا تھا سو نہ آیا

اور وہ لمبی سانس بھرتے ہوئے واپس اپنے گیسٹ روم کی جانب بڑھ گئی۔ کمرے میں داخل ہوتے اس نے ٹراؤزر کی جیب سے اپنا سمارٹ فون نکالا اور میسج ٹائپ کرنے لگی۔

ٹوں ٹوں۔۔۔ وہ بیڈ پر اوندھے منہ آ کر لیٹا تھا کہ موبائل کی بیپ بج اُٹھی۔ سکرین کھول کر دیکھا۔

"اُس الو کے پٹھے سے اس کی شادی کی ڈیٹ فکس ہو گئی ہے۔ آج سے دو ہفتے بعد مایوں بیٹھنے والی ہے وہ۔۔۔ باقی تم سمجھدار ہو نواب صاحب۔" میسج پڑھتے زکوان نے لب بھینچے بے بسی سے فون کی سکرین کو چند سیکنڈ دیکھا۔ اور ضبط سے گردن میں ابھرتی گلٹی معدوم کیے فون واپس بیڈ پر اچھالتا وہ آنکھیں موند گیا۔

ابھی اُسے بس سونا تھا۔ ابھی اس کے بس میں صرف سونا ہی تھا۔

محبت نے کھڑکی کے بند دریچوں سے اس بے بس نواب کو چوری چھپے دیکھا تھا اور دیکھتی افسوس سے اس کے سرہانے آ بیٹھی۔

کچھ اور نہ سہی وہ اسے نیند کی آغوش کے حوالے تو کر ہی سکتی تھی سو ہولے ہولے اس کے بالوں کو سہلاتی محبت اسے نیند کے حوالے کرتی اسے تکتی رہی۔

نجانے کب تک۔۔۔ نجانے کب تک۔

★★★★

وہ آج کئی دنوں بعد بڑے دادا کی لائبریری میں آئی تھی۔ بھلا بچپن میں وہ اسے وہاں آنے ہی کب دیتے تھے۔ زبیدہ نے آج اس کی بے جا ضد پر اسے وہاں آنے دیا تھا۔

"تم یہاں؟" وہ کتابوں کی دیوار گیر وسیع و عریض شیلف کے پاس کھڑی تھی جب اپنے پیچھے اُسے زکوان کی آواز سنائی دی۔

ہاتھ میں چند فائلیں تھامے وہ دوسری طرف سے غالباً کوئی کتاب لینے اس طرف آیا تھا۔

نیلے آسمانی رنگ کی ٹی۔ شرٹ اور سیاہ ٹراؤذر میں ملبوس سر مئی سنجیدہ نظریں اس پر ٹکائے تھکا تھکا سا زکوان کتنے دنوں بعد اس کے سامنے کھڑا تھا۔

اُسے سامنے دیکھا تو محسوس ہوا وہ اسے دیکھنے کو کس قدر ترس گئی تھی۔ ایک مسیحا تو وہ بہت پہلے کھو چکی تھی اور ایک وہ رفتہ رفتہ کھو رہی تھی۔

"کیا لینے آئی ہو؟ بڑے دادا یا نواب صاحب نے دیکھ لیا تو خوامخواہ لتاڑی جاؤ گی۔ جاؤ یہاں سے۔" فائلیں ایک طرف کو موجود دیار لکڑے کے میز پر رکھتے زکوان نے سنجیدہ لہجے

میں اُسے دیکھے بِنا مخاطب کیا جواب بھی اُسے ہی دیکھ رہی تھی۔ کل رات کا منظر آنکھوں میں اُترا۔

"زکوان۔" وہ بے خبر سی اُسے پکار بیٹھی تھی۔ فائلوں کے انبار سے ایک فائل اُٹھاتے زکوان نے ٹھہر کر اُس کی جانب دیکھا۔

"کب تک لڑو گے سب سے، خود سے؟ کب تک بھاگو گے؟ تم تھکتے نہیں؟" وہ اِن سرمئی آنکھوں کی تھکان دیکھ نہیں پا رہی تھی۔

"صحیح کہتی ہے ایلیا۔۔۔ دیکھو۔۔۔ کیا حال کر لیا ہے تم نے اپنی آنکھوں کا۔" اُسے ساکت کرتی وہ اپنی دُھن میں کہتی اُس کی جانب بڑھ رہی تھی۔

شاید اِسی بے ساختگی کے ڈر سے وہ اِس لڑکے سے دور بھاگ رہی تھی۔

"ہم سے تمہارا یہ حال دیکھا نہیں جاتا زکوان۔۔۔ تم واپس نیویارک چلے جاؤ۔" فقط دو قدموں کے فاصلے پر کھڑی شیریں اُس سے التجا کر رہی تھی۔

''مجھ سے بھی نہیں دیکھا جاتا۔۔۔ تمہارا یہ حال۔۔۔ مجھ سے بھی برداشت نہیں ہوتا شیریں مگر یہ تمہارے فیصلوں کا نتیجہ ہے اب بھگتو اور مجھے بھی بھگتنے دو۔'' سامنے کھڑی لڑکی کی سنہری آنکھوں میں تیرتی نمی سے وہ ہار رہا تھا۔

سنہری آنکھوں میں پھڑ پھڑاتی سلگتی لو اب بجھ سی گئی تو وہ لاجواب ہو کر جانے کو مڑ گئی۔

لائبریری دیکھنے کا وہ جوش تو کہیں دب سا گیا تھا۔ ''سنا ہے دو ہفتے بعد شادی کر رہی ہو۔ اِتنی جلدی بھاگنے کا ارادہ کر لیا ہے کیا؟'' زکوان کے طنز میں ڈوبے لفظوں کے تیر نے اُسے دہلیز پار کرنے سے روک لیا۔ بے یقینی سے مڑ کر اُس نے اِس لڑکے کو دیکھا جو زخمی نظریں اُسی پر جمائے فائل ہاتھ میں تھامے یونہی کھڑا تھا۔

وہ واپس اُس کی طرف رخ موڑتی آگے آنے لگی۔ زکوان فائل میز پر رکھ چکا تھا اور اب دونوں ہاتھ ٹراؤزر کی جیبوں میں ڈالے اِسی کی جانب متوجہ تھا۔

www.novelsclubb.com

سرمئی آنکھوں نے سنہری نم آنکھوں میں جھانکا تو دل ڈوبتا ہوا محسوس ہونے لگا۔

وہ اس کے عین مقابل کھڑی اب اُسے دیکھ رہی تھی۔

آس بھری نظروں سے۔

وہ حیران ہونے لگا۔

کیا اب بھی اُسے کوئی آس تھے زکوان سے۔

"ہمیں بھاگنے دو زکوان۔۔۔۔یہ ہماری مستقل رہائش گاہ نہیں ہے۔یہ حویلی کبھی بھی ہمارے خوابوں میں شامل نہیں رہی۔

ہمارے لیے یہ حویلی تو بس دیارِ رخصت ہے جہاں سے ہم ایک روز جانا چاہتے ہیں۔

دور۔۔۔بہت دور۔۔۔" وہ کیا کہہ رہی تھی۔

ہم نے اس لال حویلی میں صرف ارمانوں کا خون ہوتے دیکھا ہے۔

ہمارا پہلا ارمان تب خون ہوا جب ہمیں پتا چلا کہ۔۔۔ہماری ماں کو تمہارے بابا نے اور بڑے ابا نے مل کر طلاق دلوائی اور اس گھر سے نکال دیا۔

www.novelsclubb.com

ہمارا دوسرا ارمان تب خون ہوا جب نو سال پہلے تمہیں پتا چلا کہ تمہاری ماں کا قتل تمہارے بابا نے کیا ہے اور تم ان سے روٹھنے کے چکر میں ہمیں بھی چھوڑ گئے۔

ہمارے تیسرے ارمان کا خون تب ہوا جب اذان بھائی جان جیسے بھائی کی دلہن کی ڈولی کے بجائے ہمیں ان کے جنازے کے ساتھ لوٹنا پڑا۔۔۔" زکوان مصطفی کو شل چھوڑے وہ

بھیگا چہرہ لیے برسوں بعد اعتراف پر اعتراف کرتی لائبریری میں ہر سو فسوں بکھیر رہی تھی۔

غم زدہ یاسیت سے بھرپور فسوں۔

''اور پھر۔۔۔'' بھیگے گال مزید بھیگنے لگے۔

''تمہارے لوٹنے کی خبر ملی تو لگا ایک اچھا دوست واپس مل گیا مگر۔۔۔ تم نے لوٹ کر وہی کیا جو اِس حویلی کے باقی مرد کرتے آرہے تھے۔۔۔ تم نے زکوان۔۔ تم نے۔۔۔''
زکوان کے سینے پر شہادت کی انگلی رکھے وہ شکوہ کناں ہوتی اُس کی جان نکال رہی تھی۔

''تم نے ہم سے ایک بار بھی نہیں پوچھا کہ شیریں تم کیا چاہتی ہو۔۔۔ تم نے بھی ہاتھ پکڑا اور سب کے درمیان لیجا کر ایک فیصلہ سنا دیا۔۔۔ تم نے بھی ہمارا تماشہ لگا دیا۔'' وہ بولنا شروع ہوئی تھی تو زکوان چپ سادھ گیا تھا۔

"تم کیا چاہتی ہو شیریں سکندر؟" بے خود سا دل میں اُٹھتی ہر ٹیس دبائے وہ دھیمے سے اُس کی مرضی کا سوال پوچھ بیٹھا۔

"اب دیر ہو گئی ہے زکوان۔

اِن 25 سالوں میں پہلی بار ہمارے بابا نے وہ کیا جو کبھی کسی نے نہیں کیا۔۔۔انہوں نے ہم سے پوچھا۔۔ہمارا فیصلہ مانگا۔۔۔تو بتاؤ ہم کیا کرتے۔۔۔ہم اپنے بابا حضور کا مان کیسے توڑتے۔۔۔شادی تو ہونی تھی نازکوان۔۔۔ویسے بھی اِس حویلی نے ہمیں صرف درد دیے ہیں۔۔۔ہم۔۔۔یہاں سے دور جانا چاہتے ہیں۔۔۔ہمیں جانے دو زکوان۔۔۔ہمیں خوش ہو کر یہاں سے وداع کر دو۔۔۔پلیز۔۔۔ہمیں جانے۔۔۔دو۔'' بھیگے گالوں والی لڑکی ہاتھ جوڑے اس کے سامنے کھڑی اس کے اندر سب تہس نہس کرتی چلی گئی۔

وہ حق سے نہیں التجا کر کے مانگ رہی تھی۔

''تم مجھ سے دور جا کر خوش رہ لو گی؟''زکوان نے اُس کے جڑے ہوئے ہاتھ الگ کرتے مختصراً سوال کیا تھا۔

www.novelsclubb.com

''ہم جی لیں گے زکوان۔۔۔کم از کم کھل کر سانس تو لے لیں گے۔''اور بس۔۔۔

فیصلہ ہو گیا تھا۔

"دو ہفتے بعد شادی ہے شیریں سکندر ایسے رؤو گی تو آنکھیں سوج جائیں گی۔ چلو جاؤ منہ دھولو۔۔۔ کل تمہارا دوست تمہیں دنیا کی بیسٹ شاپنگ کروائے گا۔" سب کچھ پسِ پشت ڈالے گیلی سانس اندر کو کھینچتا مسکرا دیا۔ وہ اک پل میں ہی نو سال پرانا زکوان بن گیا تھا۔

اس کی دوست کو اس کی محبت نہیں بس اُس کی دوستی کی ضرورت تھی۔ اُس کے ساتھ کی طلب تھی۔ وہ جان گیا تھا اور شیریں کے لیے اُس کا بس جان لینا کافی ہوتا تھا۔ پھر وہ کسی دوسرے کے متعلق نہیں سوچتا تھا۔

اپنے متعلق بھی نہیں۔

اس کے آنسو اپنی انگلیوں کی پوروں سے صاف کرتا وہ اس کا ہاتھ تھامے اسے لیے اب لائبریری سے باہر آ رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

شیریں کا بیسٹ فرینڈز کوان مصطفی۔ اس کا مان رکھنے والا واحد انسان۔

دور کھڑی محبت نے اس ظرف والے شخص کی بے ساختہ نظر اُتاری تھی۔

وہ تھا ہی ایسا نظر اتارے جانے کے قابل۔

★★★★

چند دنوں میں وہ مایوں بیٹھنے والی تھی۔ کسی اور کی دلہن بھی بننے والی تھی۔ لال حویلی کے پائیں باغ میں ایک طرف بنائے گئے سوئمنگ پول کے کنارے چاند کی روشنی میں چمکتے نیلی سطح کی لہروں سے مزیّن ٹھنڈے پانی میں دونوں پیر ڈالے وہ اس پل چاہ کر بھی خود کو اِن تکلیف دہ سوچوں سے آزاد نہیں کر پا رہا تھا۔

پیر آہستہ آہستہ جھول رہے تھے اور لہروں میں زرا سا اِرتعاش بھی ان کے ساتھ بڑھنے لگتا ۔

تبھی اِس ارتعاش زدہ نیلی سطح پر اُبھرتے عکس نے اس کا دیہان اپنی جانب کھینچا۔

وہ اس کے عین پیچھے کھڑی تھی۔ جی چاہا اس پل اس کا ہونا نظر انداز کر دے مگر۔۔۔

وہ اُسے نظر انداز نہیں کر سکتا۔۔۔ وہ جانتا تھا۔

"ہم بھی تمہارے پاس بیٹھ جائیں؟" حیرت انگیز طور پر اس نے اجازت طلب نظروں سے زکوان کی طرف دیکھ کر سوال کیا تھا۔

وہ زرا سا رخ پھیرے چند پل اس کا یہ انداز دیکھ کر رہ گیا۔ سیاہ سلک شارٹ شرٹ اور فلیپر میں ملبوس سیاہ اونی شال اپنے گرد لپیٹے وہ سنہری آنکھوں والی لڑکی اُمید بھری نظروں سے اُسے ہی دیکھ رہی تھی۔

اور پھر۔

آہستہ سے زکوان نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

اجازت ملی تو وہ بھی اُسی کے سے انداز میں اپنا سیاہ فلیپر پنڈلیوں سے زرا اوپر کرتی بیٹھ گئی۔

"سوئے نہیں اب تک؟" شیریں نے اُسے خود مخاطب کیا جو اس پل زکوان بالکل نہیں چاہتا تھا۔

اس نے بنا منہ سے کچھ کہے نفی میں سر ہلانا کافی سمجھا۔ چند سیکنڈ مزید خاموشی سے سر کنے لگے۔

www.novelsclubb.com

اور پھر خاموشی کا سحر ٹوٹنے لگا۔

زکوان کے دل میں اُٹھتے اتھل پتھل ہوتے شور نے خاموشی میں مخل اندازی کی تھی۔

وجہ بھی جائز تھی۔

سیاہ سلک سوٹ والی لڑکی نے آہستہ سے اُس کے کاندھے پر سر ٹکائے آنکھیں موندلی تھیں۔

"ہم تھک گئے ہیں زکوان۔" اس کے کہنے کا انداز کم ظالم نہ تھا۔

کتنی بار کہوں میرے پاس آکر اب حق مت جتایا کرو۔۔۔ وہ کہتے کہتے خود کو روک گیا تھا۔

"تو کیوں جاگ رہی ہو؟ جاکر سو جاؤ۔۔۔ اُتر جائے گی تھکن۔" عام لہجہ اپنانے کی کوشش کرتے زکوان نے جب صلاح دی تو گردن میں گلٹی سی ابھر کر معدوم ہوتی نظر آئی۔

"جب ہم چلے جائیں گے نازکوان۔۔۔ یہ حویلی ہمیں کبھی یاد نہیں آئے گی۔۔۔ بڑے ابا۔۔۔ دادا ابا بھی ہمیں یاد نہیں آئیں گے۔" زکوان کے کاندھے پر سر رکھتی وہ اعتراف کر رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

اپنی اذیت بھولے وہ اس کے اعتراف سن رہا تھا۔

"مگر ہم۔۔۔ تمہیں مس کریں گے زکوان۔" اور اعتراف کے نام پر وہ اس کی اذیت بڑھا گئی۔

''ہم اپنے بیسٹ فرینڈ کو بہت۔۔۔بہت مس کریں گے۔''اس کے بازو کے گرد ہاتھوں کی گرفت مضبوط کیے وہ انجان بنی اس پل زکوان مصطفی کی تکلیف بڑھا رہی تھی۔

وہ جانتا تھا وہ اگلا جملہ یہی کہے گی۔سنتے ہی وہ کرب سے چبھتی آنکھیں میچ گیا۔

''ہم۔۔۔خوش۔۔۔''وہ پھر سے کچھ اعتراف کرنے والی تھی مگر ایک دم بنا کچھ سوچے سمجھے زکوان مصطفی جھٹکے سے اُس سے دور ہوتا اُٹھ کھڑا ہوا۔

''خوشی کا ذکر کہاں سے آ گیا؟ تمہیں خوشی نہیں کھل کر لینے والی سانسوں کی طلب تھی شیریں سکندر۔۔۔تم اپنا چناؤ کر چکی ہو۔۔۔اب مجھے بھی اتنی ہمت رکھنے دو کہ میں اس فیصلے کا انجام دیکھنے کی سکت جمع کر سکوں۔۔۔پلیز۔۔۔پلیز رحم کرو یار۔۔۔''آخر میں ہاتھ جوڑ کر لہجہ ترش کیے کہتا وہ بنا اس کی جانب ایک سیکنڈ بھی مزید دیکھے مڑ کر وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

www.novelsclubb.com

شیریں سکندر کو دنگ چھوڑے وہ دور ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔

کیا کچھ غلط کہہ دیا تھا اُس نے؟ سوچنے پر اُلجھتی شیریں سکندر کی آنکھیں پل میں نمی اترنے کے باعث دھندلی ہونے لگیں۔

دھند پائیں باغ کے اس حصے میں بھی اترنے لگی تھی۔

ہر سو۔۔۔

ہر سمت۔۔۔ہر جگہ

★★★★

''بی بی جی زین بابا آپ سے ملنے آئے ہیں۔'' وہ اپنے کمرے کی گیلری میں کھڑی تمام پینٹنگز پر سے برش کے ذریعے ڈسٹنگ میں مصروف تھی جب زبیدہ نے وہاں آکر اُسے زین کے آنے کی اطلاع دی۔زبیدہ خاموش کھڑی اس کے جواب کی منتظر تھی جواب اپنی جگہ پر جھاڑنے والا برش ہاتھ میں تھامے خاموش کھڑی تھی۔

''بی بی جی بڑی بیگم نے بھی کہا کہ آپ کو بلا لاؤں شاید۔۔۔وہ شاپنگ کے لیے لے جانے آئے ہیں۔'' زبیدہ نے اس کی خاموشی کا نجانے کیا مطلب اخذ کرتے ہوئے مزید وضاحت دی تو اسے بھی زبیدہ کی جانب دیکھنا پڑا۔

''کیا آج کوئی بہانہ بنا سکتی ہو ہمارے لیے۔''زبیدہ اکثر اسے حویلی والوں کے سامنے ایسے وقت کسی بہانے سے بچا لیا کرتی تھی سو اس نے آج بھی مدد طلب نظروں سے اسی کی جانب دیکھا۔

''خدا کے لیے بی بی جی۔آج نہیں۔۔۔بڑی بیگم نے حکم دیا ہے اور۔۔۔''زبیدہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

''اور؟''اس نے اُسکے رکنے پر اچھنبے سے دیکھتے پوچھا۔

''اور زین بابا آج تیسری بار آئے ہیں ہم دو بار پہلے بہانا دیکر دو دن تک ٹالتے رہے ہیں۔''زبیدہ کے انکشاف پر وہ حیران کھڑی رہ گئی۔

''کیا مطلب؟''اسی حیرانی سے اس نے زبیدہ سے پوچھا جواب کچھ جھجھک سی محسوس کر رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

''چھوٹا منہ بڑی بات بی بی جی۔۔۔میں آپ کے بچپن سے یہاں ہوں۔۔۔آپ کے ہر ایک رویے کو محسوس کر لیتی ہوں۔۔۔مجھے بس لگا جیسے آپ کو ان کے ساتھ آنا جانا نہیں پسند۔۔۔تو میں نے۔۔۔دو دفعہ پہلے ان سے جھوٹ بول کر

آپ سے ملنے سے روک لیا تھا۔۔۔اس بار بھی کوشش کی تو بابا ناراض ہونے لگے۔۔۔"زبیدہ نے اسے مزید حیران ہی کیا تھا۔

جس بات کو وہ خود سمجھ نہیں پا رہی تھی وہ کسی اور نے اس کے متعلق کتنی آسانی سے سمجھ لی تھی۔

"کیا کہہ رہے تھے زین؟" برش میز کے کنارے رکھتی وہ اب زبیدہ کی طرف بڑھ رہی تھی۔

"کہہ رہے تھے آج بہانا بنانے سے پہلے ایک بار آپ کی رائے لے لوں۔" زبیدہ اپنی چوری پکڑے جانے کے احساس میں اب تک مبتلا دکھائی دے رہی تھی۔

"آہ۔۔۔زبیدہ۔۔۔چلو ہم آ رہے ہیں۔" کمر پر دونوں ہاتھ رکھے چند پل آنکھیں موندے رہنے کے بعد اس نے آنکھیں کھولیں اور فیصلہ کن لہجے میں زبیدہ سے مخاطب ہوئی جو اثبات میں سر ہلاتی اب جانے لگی۔

نجانے کیوں ایسا ہو رہا تھا۔کچھ ہی دنوں میں جس سے نکاح تھا اس کے ساتھ ایک ڈرائیو بھی بھاری محسوس ہونے لگتی تھی۔اپنی الجھنیں جھٹکتی وہ اپنا حلیا درست

کرنے لگی۔ جانا تو تھا اس کے ساتھ جو اس کو اس حویلی سے آزاد کروا سکتا تھا۔ اتنی چھوٹی قربانیاں تو بنتی تھیں۔

وہ اب نیچے کی طرف بڑھنے لگی۔

★★★★★

اس کی سیاہ مرسیڈیز لال حویلی کے سیاہ گیٹ سے اندر داخل ہو رہی تھی جب پاس میں سے سفید جانی پہچانی سوک گزرتی دکھائی دی۔

کون تھے اندر موجود وہ دیکھ نہیں پایا۔

عجلت کے باعث دیہان دیے بنا وہ پورچ میں گاڑی کے رکتے ہی ڈرائیور کے دروازہ کھولنے پر پچھلی سیٹ سے اترا۔

آف وائٹ ڈریس شرٹ پہ مہرون رھاریوں والی ٹائی اور اس پر مہرون ویسٹ پہنے، مہرون کوٹ بازو پر ڈالے پتھریلی روش عبور کیے اب ماربل کے فرش پر چڑھ رہا تھا۔

قدم تیزی سے اُٹھ رہے تھے۔

''سرمد۔۔۔زبیدہ۔۔۔کوئی ہے۔''اندر داخل ہوتے زکوان نے ملامزموں کا نام لیکر پکارا تو زرینہ حسین نیچے اُترتی دکھائی دیں۔

''کیا ہو گیا بیٹے آپ اِس قدر عجلت میں پکار رہے ہیں سب ٹھیک ہے نا؟''گرے ساڑھی میں نفاست سے بالوں کا جوڑا بنائے وہ اس کی طرف بڑھ رہی تھیں۔

''بوا جان اذان بھائی کے وکیل نے اُن کے کیس کی فائل طلب کی ہے۔وہ ایک بار دیکھنا چاہتے ہیں۔''ان کے سامنے کھڑا ان کا بھتیجا حقیقتاً عجلت میں تھا۔

''مگر وہ کیس تو آپ کے بابا نے۔''زرینہ حسین کہہ رہی تھیں پر وہ بات کاٹ گیا۔''وہ سب اہم نہیں بوا جان ہم نے پرائیویٹ انویسٹیگیشن شروع کروائی ہے وکیل صاحب ہمارے ساتھ ہیں آپ بس وہ فائل سٹڈی سے۔۔۔چلیں میں خود لے لوں گا۔''بات کرنے کا انداز اور پھر خود ہی بات بدل لینے کا انداز۔زرینہ حسین نے اپنے سر پھرے بھتیجے کو شانت کروانا چاہا مگر وہ اوپر کی طرف بڑھنے لگا۔

''بیٹے فائل تو شیریں کے کمرے میں ہے آپ وہی سے لے آیئے۔''زرینہ حسین کے بتانے پر وہ بنا مڑے سیدھا شیریں کے کمرے کی طرف بڑھنے لگا۔

★★★★★

سفید سوک بھوپال کی مین شاہراہ پر درمیانی سپیڈ میں دوڑ رہی تھی۔

فرنٹ سیٹ پر براجمان زین گاہے بگاہے خاموش بیٹھے شیریں کو دیکھ رہا تھا۔

''آپ یہ شادی اپنی مرضی سے کر رہی ہیں نا شیریں؟'' زین العابدین کے سوال پر اس نے ٹھٹھک کر اُس کی جانب دیکھا جو اس وقت نجانے کس خدشے کے تحت رُخ سامنے کی طرف پھیر چکا تھا۔

''کیا تم میرے بنا خوش رہ لو گی؟'' نجانے کیوں اِس پل شدت سے کسی کا کیا سوال بھی شیریں سکندر کو بے ساختہ یاد آیا تھا۔

''جی۔۔۔۔ہم نے۔۔۔۔

''ہم اس حویلی سے آزادی چاہتے ہیں، کھل کر سانس لینا چاہتے ہیں۔''

اپنے کہے الفاظ بھی اُسے یاد آئے تھے اِس پل۔

''ہم نے اپنی مرضی سے ہی یہ فیصلہ لیا ہے۔'' حتیٰ الامکان لہجہ مضبوط کرتی شیریں نے دل میں کہیں کچھ ماند پڑتا محسوس کیا مگر اگلے ہی پل وہ سب فراموش کرتی زین کو دیکھ کر مسکرا دی۔

طمانیت کے احساس میں گھرے زین نے بھی زرا سا مسکرا کر اُس کی جانب دیکھا۔

★★★★

اُس کے کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ اس سر پھری مگر خوب تر آرٹسٹ کی مہارت دیکھ مسکرا تا رہ گیا۔

وہ آج بھی پینٹنگ اُسی دیوانے پن سے کرتی تھی۔

وہ اس کی گیلری کی جانب بڑھنے لگا۔

اندھیرے میں ڈوبی کمرے سے ملحق اِس گیلری میں آج تک شیریں اور زبیدہ کے سوا کوئی نہ آیا تھا۔

مگر آج وہ آیا تھا جس کا اِس گیلری نے بڑی مدّت سے انتظار کیا تھا۔

★★★

دروازے کی اوٹ میں لگے سوئچ بورڈ پر سے لائٹ کے بٹن کو دباتے ہی کمرہ روشنی میں نہا اُٹھا۔ ہلکی سی مسکراہٹ لبوں پر لیے وہ سامنے نظریں جما گیا مگر۔۔۔۔ نظریں تو سیچ میں جم کر رہ گئیں۔

مسکراہٹ سمٹ چکی تھی۔

دنگ سا وہ سامنے بلکہ سامنے کیا گیلری کے چاروں اِطراف دیکھتا ہی رہ گیا۔

بے شمار پینٹنگز۔۔۔۔ بے شمار پورٹریٹ مگر دنگ کر دینے والا منظر کیا تھا۔ ہر دیوار پر اور تقریباً چاروں طرف غ کئی سارے ایزل پر لٹکے کینوسز پر ایک ہی سکیچ تھا۔

ایک ہی پورٹریٹ۔

ایک ہی پینٹنگ۔

www.novelsclubb.com

ایک ہی تصویر مگر مختلف مناظر لیے۔

وہ کون تھا۔

کچھ دیر قبل مسکراتے ہوئے زکوان کے لب جم چکے تھے۔

وہ ہر سو اپنا عکس پا کر دنگ نہ ہوتا تو کیا کرتا۔

کہیں پر سترہ سال کے زکوان کا مسکراتا ہوا رنگین عکس۔

کہیں پر پندرہ سالہ زکوان کا پوز بنا کر کھڑا خوبرو عکس۔

کہیں سنجیدہ کھڑے اٹھارہ سالہ زکوان کے لاجواب عکس۔

اور۔۔۔۔

نو سال بعد لوٹنے والے اُنیتس

سالہ زکوان مصطفیٰ کا مبہم سا مسکراتا بے تہاشہ حسین پورٹریٹ۔

چاروں اطراف مختلف پینٹنگز کے درمیان وہ ہی وہ تھا۔

"نو سال پہلے جب سب سے روٹھ کر گئے تو بتا کر نہیں گئے کہ ہمیں بھی تمہیں بھول جانا ہے یا نہیں۔۔۔ مگر اب جب لوٹے ہو تو لگتا ہے۔۔۔ بھول جانا چاہیے تھا۔" کچن کے شیلف کے پاس کھڑی شیریں کا وہ اُداس عکس اور وہ الفاظ اُس کی سماعت میں دل دھڑکانے لگے تھے۔

قدم قدم سب بھلائے وہ آگے بڑھ رہا تھا۔

"ہمیں بھاگنے دو زکوان۔۔۔" التجا بھری آواز۔ جڑے ہوئے کانپتے ہاتھ۔

اذان کی موت کے بعد آج ایک بار پھر اُس کی نظریں دھندلانے لگیں۔

آنکھوں میں نیر سا جمع ہونے لگا۔

وہ اُسے سچ میں کبھی نہیں بھولی تھی۔ وہ بھی اُس ان دیکھی آگ میں جھلستی آ رہی تھی جس میں دور پار دوسرے دیس بیٹھا زکوان بھی جھلستا آ رہا تھا۔

کیا یہ ثبوت کافی ہے اِس دلیل کو۔

مرد تھا نا سو دماغ نے دلیل مانگی تو دل نے فوراً سوال کے بدلے سوال کیا اور دماغ خاموش ہو گیا تھا۔

www.novelsclubb.com

کئی مناظر نظروں کے آگے دوڑنے لگے تھے۔

گلے میں گلٹی سی ابھر کر معدوم ہوئی۔

''کیا ہوا؟۔۔۔ حیران ہو؟ شاکڈ؟''کسی کی مزاح اُڑاتی آواز تبھی گیلری میں اُبھرتی محسوس ہوئی۔

اُسے مڑ کر دیکھنے کی ضرورت کہاں تھی۔

وہ اِس طنز کو خوب سمجھتا تھا۔

سیاہ کارڈیگن میں ملبوس آج اخروٹی بال سیدھے کیے وہ ہمیشہ کی طرح پیاری لگ رہی تھی۔

''تم صرف اسکو یاد کرتے تھے اور وہ تمہاری یاد میں جیتی رہی ہے زکی۔''اُس کے کاندھے پر ہاتھ دھرے ایلیا نے اُسے حقیقت سے آشنا کرنے کی کوشش کی۔

''اور تم اُس کو کسی اور کے حوالے کر رہے ہو۔''ایلیا کے لہجے میں افسوس اُترنے لگا تو مڑ کر احتجاجاً زکوان نے اُس کی جانب دیکھا۔

اُس نے دیکھا تھا اور ایلیا بے ساختہ نظریں پھیر گئی۔

اُسے یہ سامنے کھڑا لڑکا لاکھ ہر حال میں پیارا لگتا ہو مگر وہ اِن آنکھوں میں نمی کہاں دیکھ سکتی تھی۔

''میں نے نہیں کیا اُسے کسی کے حوالے ایلیا پریرا۔ وہ خود۔۔۔ وہ خود یہاں سے جانا چاہتی ہے۔'' ایک بار پھر اس کی گردن میں گلٹی سی ابھر کر معدوم ہوئی تھی۔ جیسے وہ خود کو روک رہا ہو۔

''ایلیا۔۔۔ ہم جن سے محبت کرتے ہیں، ہم انہیں روک کیوں نہیں پاتے۔ ہم ان کے آگے سرنڈر کر کے یہ کیوں نہیں کہہ پاتے کہ وہ ہمیں اس طرح کٹھن راہوں میں تنہا چھوڑ کر نہ جائیں۔'' پاس موجود سٹول پر بیٹھتے زکوان نے ایلیا سے بلآخر ڈوبتے دل کا حال کہا تھا۔ لہجے میں بے شمار تھکاوٹ شامل تھی۔

''جو نہیں کہتے وہ پھر پچھتاتے ہیں زکی۔ اُسے لگتا ہے تم اُس سے صرف ہمدردی رکھتے ہو۔ جاؤ جا کر کہہ دو اُس سے سچ وہ رک جائے گی۔'' ایلیا نے بڑے ضبط کے ساتھ اُس سامنے بیٹھے لڑکے کو خود سے دور کیے کسی اور کے پاس جانے کا مشورہ دیا تھا۔

www.novelsclubb.com

دل احتجاجاً کانپا تو مٹھیاں بھینچ کر وہ اُسے جھڑکتی زکوان کی طرف بڑھی۔

''تم روک کر دیکھو۔'' کاندھے پر ہاتھ رکھے وہ اُسے اُمید دے رہی تھی۔

''وہ نہیں رکنا چاہتی یار۔۔۔اُن آنکھوں کو میں نے دیکھا ہے۔وہ بغاوت دیکھی ہے میں نے۔''اُس کا ہاتھ کاندھے سے ہٹاتے زکوان کا دل بھی اُداس ہوا تھا پر اس نے عام سے انداز میں مختصراً اسے ٹال کر اٹھنا چاہا۔

''خاموشیوں کو سننا ہر بار ٹھیک نہیں ہوتا زکی۔وہ تم سے نہیں حویلی سے بھاگنا چاہتی ہے۔''

ایلیا نے اُسے جانے سے روکنے کی کوشش کی۔

مگر وہ چلتا جا رہا تھا۔

''اور بدقسمتی سے میں اِس حویلی کا ہی ایک داغ ہوں۔اُس کے ساتھ رہوں گا تو وہ کبھی بھاگ نہیں پائے گی۔''چلتے چلتے وہ گیلری کی اِسی دہلیز پر آ کھڑا ہوا جہاں کچھ دیر قبل داخل ہونے پر وہ دنگ رہ گیا تھا۔

ہر لمحہ گزرتے ہی وقعت کیوں کھو دیتا ہے۔کچھ دیر جو دنگ تھا وہ اب مایوس واپس لوٹ رہا تھا۔

"کبھی کبھی محبت بالکل ان چاہی شہ سی حیثیت کی حامل رہ جاتی ہے ایلیا۔اس سے بڑھ کر بھی کئی احساس ہوتے ہیں جن کی خاطر اِسے کھونا پڑتا ہے" جانے سے قبل مڑ کر اس نے ایلیا کی جانب ایک آخری بار دیکھتے ہوئے کہا تھا اور اس بار وہ ایلیا کو دنگ کر گیا تھا۔

بے ساختہ وہ نظریں پھیر گئی۔

کہیں وہ ان آنکھوں میں بسا عکس نہ پہچان لے۔

اسکا ایک اپنا خوف بھی اس پل جاگ اُٹھا تھا۔

"نہیں زکی۔۔۔۔ہر احساس کی اپنی جگہ ہے مگر۔۔۔

محبت کبھی بھی اَن وانٹڈ (اَن چاہی) نہیں ہوتی۔۔۔۔ کبھی نہیں، یاد رکھنا۔آج ایلیا پر یرا تم سے خود کہہ رہی ہے دیکھنا کل تم بھی یاد کر کے مسکراؤ گے اور اس بات کا اعتراف کھلے دل سے کرو گے۔" اپنی جگہ سے چل کر اُس کے پاس آتی ایلیا نے مسکرا کر کہتے ہوئے اُسے لاجواب کیا تھا شاید، اور وہاں سے نکلتی چلی گئی۔

یا شاید وہ اُسے جواب دینے کی سکت کھو چکا تھا۔

سو گیلری کو ایک بار پھر اندھیرے کی نذر کیے وہ بھی باہر کمرے کی جانب نکل آیا۔

کمرے سے نکلتے زکوان کی نظر پلنگ کے نیچے رکھے کارٹن پر پڑی تو کچھ مانوس مانوس سی شہ کی جھلک دکھنے پر وہ رک گیا۔

پاس آتے وہ اب پلنگ کے نیچے سے کارٹن نکال چکا تھا۔

ایک اور جھٹکہ۔۔۔

سیاہ رنگ کی موٹی پرانے صفحات والی زرا زرا سی دھول میں اٹی وہ ڈائری۔۔۔۔

وہ ڈائیری جسے وہ ایک پل میں پہچان گیا تھا۔

سینے سے وہ ڈائیری لگائے اُس نے آنکھیں بے ساختہ موندے لبوں سے کچھ ادا کیا تھا۔

www.novelsclubb.com

"امی۔" جو نیر کچھ دیر قبل آنکھوں میں جمع ہوئے تھے اِن میں سے ایک کناروں کا ضبط توڑے بہہ کر اس کی داڑھی میں جذب ہوتا رہ گیا۔

وہ ڈائیری اس کی ماں کی تھی۔

ماضی کے کئی راز خود میں دفن کیے وہ ڈائیری اتفاق ہر گز نہ تھی۔

★★★★★

شاپنگ اُس نے ساری زین کی مرضی سے کی تھی۔ گاڑی میں کیے گیے سوال کے بعد وہ چوکنی سی ہو گئی تھی۔

زین کی بات پر سہی سے جواب دیتی اُس کے ساتھ اس کی پسند کی تمام شاپنگ کرتی وہ اسکے ہر شک و شبہے کو دور کرنا چاہ رہی تھی۔

وہ اب لال حویلی کے پورچ میں کھڑی گاڑی سے نکل کر اندر کی طرف جاتی ماربل کی چمکتی روش پر چلتے ہوئے آ رہے تھے۔

"تھینک یو شیریں میرا دن خوبصورت بنانے کے لیے" زین نے مسکرا کر اس کا شکریہ ادا کیا تو شیریں نے بھی مسکرا کر سر کو زرا سی جنبش دیکر شکریہ قبول کیا۔

زین کے چہرے کی ہر کلفت آج مقفود تھی۔

وہ آج خوش تھا۔ بہت دنوں بعد ہشاش بشاش کھلا کھلا سا اور دوسری جانب وہ تھی جو بس مسکرانے پر اکتفا کر رہی تھی۔

خوش ہونے کی ایک عام سی کوشش۔

مین دروازے سے اندر داخل ہوتی اب وہ زین کو بیٹھنے کا کہہ رہی تھی۔

دونوں ہاتھ گرے ٹریک سوٹ کے ٹراؤزر کی جیبوں میں ڈالے سیڑھیوں سے اُترتے زکوان نے بخوبی وہ منظر دیکھا تھا۔

سامنے کا مکمل منظر اور اپنا خالی وجود۔

اگلے ہی پل وہ جیسے خود پر اندر ہی اندر تمسخر آمیز انداز میں ہنسا تھا۔

شیریں کی نظر اُس پر پڑ چکی تھی سو وہ اب مسکرا کر اس کی جانب بڑھی۔

وہ چاہ کر بھی آج مسکرا نہیں پایا تھا۔

اِن آنکھوں میں کچھ محسوس کرتی شیریں کی چال بھی دھیمی سی ہو گئی۔

www.novelsclubb.com

پر اگلے لمحے ہر خیال جھٹکتی وہ اُس کی جانب بڑھنے لگی۔

"دیکھو زکوان ہم کتنی ساری شاپنگ کر کے آئے ہیں۔" وہ زکوان کی طرف سیڑھیاں چڑھ رہی تھی۔

(''مجھے معلوم ہے سکندر بھائی کو اب ہمارے شوہر سے نفرت ہونے لگی ہے۔ ہمیں ڈر ہے وہ ان کے ساتھ کچھ غلط نہ کر بیٹھیں۔'')

زکوان ایک قدم نیچے اُترا۔

(''ہم سکندر بھائی کی آنکھوں سے ڈرنے لگے ہیں۔'') مسکرا کر شیریں اس کے پاس آرہی تھی۔

''زکوان۔۔۔'' وہ ایک جھٹکے میں جیسے ہوش میں لوٹا تھا۔ شیریں کا پیر اپنے دوپٹے میں اڑا تھا اور وہ منہ کے بل گرنے کو تھی کہ اس کا نام لیے چلاتی سب کے ہوش اڑا گئی۔

وقت رہتے وہ اس کا ہاتھ تھامے اُسے گرنے سے بچا گیا تھا۔

آنکھیں میچے وہ سہمی سی ابھی بھی اس کے ہاتھ میں موجود ہاتھ کے باعث آدھی لٹکی ہوئی تھی۔

"شہرین نے ہمارے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ ہمارا گھر۔۔۔" مٹے مٹے سیاہی کے نیلے پھیلے ہوئے وہ نقوش زکوان کی سرمئی آنچ دیتی آنکھوں میں اُترنے لگے تو جی چاہا وہ ہاتھ زکوان ابھی کے ابھی چھوڑ کر سب ختم کر دے۔

شہرین۔۔۔ سکندر۔۔۔ زین۔۔۔ سب کی کہانی اِس ایک پل میں صفحہِ ہستی سے مٹا دے۔

اس ایک ہاتھ کو چھوڑ جن سے سب کی خوشیاں وابستہ ہیں۔

زندگیاں وابستہ ہیں۔

کیا وہ چھوڑ دے؟

چھوڑ دو۔۔۔ دماغ نے دہائی دی تھی۔

www.novelsclubb.com

چھوڑ پاؤ گے؟ دل بے ساختہ اس پر ہنسا تھا۔

فیصلہ ہو چکا تھا۔

ہاتھ تھامے وہ اُسے احتیاط سے سیدھا کر رہا تھا۔

بکھری سانسیں سمیٹتی وہ اس پل اس کے لیے مشکل بڑھا رہی تھی۔ سو وہ واپس اوپر کی جانب زینے چڑھنے لگا۔

''ارے کہاں جا رہے ہو؟'' شیریں نے بازو تھامے بڑے حق سے روکا تھا اُسے۔

''سر میں درد ہے۔۔۔ آرام۔۔۔ کرنے'' واقعی اُسے محسوس ہوا کہ سر اسکا درد سے پھٹے جا رہا تھا۔

''ہم تمہیں کافی پلائیں گے ابھی تم نیچے آ جاؤ پلیز۔۔۔'' معصوم التجا پر وہ باوجود تکلیف کے اِنکار نہیں کر پایا۔

یونہی بازو سے تھامے وہ اسے نیچے لا رہی تھی۔

گیلری کا منظر، کچن کا منظر اور اب یہ منظر۔۔۔۔ یاد کرتا زکوان اُلجھن زدہ سا اُسے دیکھتا ہوا اُس کے ساتھ نیچے آ رہا تھا۔

کون تھی یہ لڑکی؟ خود سے اِس قدر بے خبر کوئی کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ بس سوچتا رہ گیا۔

ہال کے ایک سیون سیٹر پر بیٹھے زین نے اس بار دونوں کو مسکرا کر دیکھا تھا۔

شفاف دل والی مسکراہٹ۔

دو بہترین دوستوں کو دیکھ کر کوئی بھی مسکراتا تو وہ تو اس میں سے ایک کا منگیتر تھا۔۔۔آہ۔۔۔خیال پر ہی وہ سب بھلائے مسکراتا رہا۔

★★★★

''چار دن کے بعد آپکو مایوں بیٹھنا ہے بیٹے۔آپ خوش ہیں نا۔''وہ آج زرینہ حسین کے کمرے میں سونے آئی ہوئی تھی جو اس کے سر پر تیل کی مالش کرنے کے بعد اب اس کا سر گود میں رکھے بال سہلا رہی تھیں۔

''آپ سب یہ سوال کیوں کرتے رہتے ہیں؟''وہ اس سوال سے اب حقیقتاً چڑنے لگی تھی۔

''بیٹے دلہنوں سے کوئی یہ سوال نہیں کرتا جانتی ہیں کیوں؟ کیونکہ جواب ان کے نکھرے نکھرے روپ کی صورت مل جاتا ہے۔۔۔لیکن آپ سے پوچھ رہے ہیں کیونکہ۔۔۔''زرینہ حسین کے لہجے میں خدشات محسوس کیے وہ سیدھے ہو کر اُنہیں باہوں میں بھرتی پھیکے پڑتے چہرے سے زبردستی مسکرادی۔

''اگر مگر کو آگ میں جھونکیے بوا ہم سچ میں خوش ہیں۔ دلہن بنیں گے تو نکھر بھی جائیں گے۔''ان کے گال چومتے اس نے بات ٹالنی چاہی جو خفگی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

''آپ ہم سے پھر کچھ چھپانے کو اتنا پیار جتا رہی ہیں۔ ہمارا شک بڑھا دیا نا۔۔۔اب بتایئے کیا بات ہے؟''زرینہ اس کی جنم دینے والی ماں نہ سہی مگر اسے پالنے والی ماں تو تھیں۔

وہ نظریں چراتی لب کاٹنے لگی۔

بیڈ سے اتر کر وہ رخ پھیر کر کھڑی تھی۔

''بوازین ایک اچھے انسان ہیں۔اور پھر بابا کی پسند بھی۔ پہلی بار بابا نے کچھ مانگا ہم سے۔ جس انسان کی وجہ سے ہمیں ہمارے بابا مل رہے ہیں ہم اس کو لیکر بھلا اداس کیوں ہوں۔۔۔ مگر۔۔۔''شیریں کے ہر ادا ہوتے لفظ میں الجھن پنہاں تھی۔

''پتا نہیں ہمارا یہ دل۔۔۔''سینے کی جگہ پر شہادت کی انگل رکھے وہ مڑی۔

''یہ زور زور سے دھڑکتا ہی نہیں ہے بوا جیسے ہر ہونے والی دلہن کا دل دھڑکتا ہے۔۔۔شاید ہم کچھ زیادہ فلمی ہو رہے ہیں۔''اپنی الجھن کا جواز ہنستے ہوئے اس نے خود ہی خود کو دے ڈالا تھا۔

''زکوان آئے تھے ہمارے پاس شیریں۔۔۔''اس کے ذکر پر وہ چونک اٹھی۔

''کیوں؟''فوراً وہ ان کے پاس آ بیٹھی۔

''پوچھ رہے تھے کیا واقعی شیریں خوش ہے؟ کیا وہ اپنی مرضی سے شادی کر رہی ہے؟''ان کے بتانے پر شیریں کا دل بڑی زور سے دھڑکا تھا۔''آپ نے کیا جواب دیا بوا؟''ڈرتے ڈرتے اس نے زرینہ حسین سے پوچھا تھا۔

''ہم نے کہا پوچھ کر بتائیں گے۔۔۔مگر وقت ہی نہیں مل رہا تھا۔۔آج یاد آیا تو پوچھ لیا۔''زرینہ حسین کے بتانے پر وہ سانس اندر کو کھینچتی آنکھیں موند کر کھولے اب اُٹھ کھڑی ہوئی۔

وہ دروازے کی جانب بڑھ رہی تھی۔''کہاں جا رہی ہیں بیٹے؟''زرینہ نے اسے روکا۔

''اسے جواب دینے بوا۔''

کہہ کر وہ نہ رکی اور باہر نکل آئی تھی۔

★★★★

وہ اپنے کمرے کے ایک طرف لگے سٹڈی ٹیبل پر سر جھکائے کتاب بڑھنے میں مشغول تھا جب وہ تن فن کرتی اندر داخل ہوئی۔

سیاہ سلک ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس بالوں کی چوٹی آگے کو گرائے وہ ناراض ناراض سی اس کے سر پر آتی بنار کے کتاب ٹھپ سے بند کر گئی۔

''واٹ دا۔'' وہ غصے سے اٹھا تھا کہ اسے اپنے سامنے ایستادہ دیکھ رک گیا۔

''یہ کیا تھا؟'' نظر کا چشمہ جو وہ صرف کتاب یا سکرین استعمال کرتے ہوئے لگاتا تھا، اُتار کر اُس نے آنکھیں سکیڑے شیریں سے پوچھا۔

''ہم تمہارے اِس ڈھیٹ دماغ میں بس یہ فٹ کرنے آئے ہیں کہ ہمیں زین سے نکاح پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔'' زکوان کے سامنے کھڑی وہ اس پل اس کا حلق تک کڑوا کر گئی تھی۔

''اور ہم تم سے بھی یہی امید کرتے ہیں کہ تم۔۔۔''شہادت کی انگلی اُٹھائے وہ بول رہی تھی کہ اُس کی انگلی تھامے ہاتھ نیچے کرتا زکوان اسے روک گیا۔

''دیکھو بی بی۔ تمہیں مجھ سے کسی قسم کی امید رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہاری زندگی ہے۔ تمہارے مسئلے ہیں۔ تمہیں اپنے لیے فیصلے لینے کا مکمل اختیار ہے اور اِن سے کسی دوسرے فرد پر کیا اثر پڑتا ہے یہ تمہارا سر درد نہیں ہے سمجھی؟''وہ جو اُس کا حلق کڑوا کر گئی تھی اب وہی کڑواہٹ اس کے لہجے میں در آئی تھی۔

وہ بھی آخر اِس حویلی کا نواب زادہ تھا۔

محبت اپنی جگہ مگر اِس لڑکی کے ہاتھوں بار بار رسوا ہوتے وہ بھی تھکنے لگا تھا شاید۔

اس پل اس لڑکی کے آگے کمزور پڑنے کا وہ زرا بھی متحمل نہ تھا جو بظاہر اس سے بھاگتی رہتی تھی اور پچھلے کئی سالوں سے بنا اس کے علم میں لائے اپنی گیلری اس کی تصویروں سے سجاتی آرہی تھی۔

وہ جواب لینا چاہتا تھا۔۔۔ مگر لائبریری میں جڑے ہوئے وہ مخروطی ہاتھ اور وہ سسکتی التجا اسے ہر بار کی طرح آج بھی روک گئے تھے۔

سنہری کانچ آنکھوں میں اِس پل کچھ ٹوٹتا محسوس ہوا جسے وہ رُخ پھیرے لبوں پر زبان پھیرتا نظر انداز کر گیا۔

اُسے کینوس پر عکس بند کر سکتی تھی مگر زندگی میں نہیں۔

دل نے شکوہ کیا تھا۔ وہ ٹوٹی پھوٹی کانچ آنکھوں میں دیکھنے سے ڈر رہا تھا۔

وہ ہار جانے سے ڈر رہا تھا۔

''اب کیا شادی کا انویٹیشن کارڈ دے کر جاؤ گی شیریں سکندر؟''لہجہ ناچاہتے ہوئے بھی اُس نے مزید کھردرا کرتے شیریں کے دل کو لرزا ہی تو دیا تھا۔ کتنا برا ہو گیا تھا وہ۔

وہ واپس کرسی پر بیٹھتا کتاب کھول کر پڑھنے لگا۔

www.novelsclubb.com

لب کاٹتی وہ آنسو روکے عجیب سی کشمکش کا شکار نظر آ رہی تھی۔

بلآخر پیر زمین پر زور سے مارتی وہ دروازے کی جانب بڑھی۔ اک پل رکی۔

''بیہودہ انسان'' دانت پر دانت جمائے کانچ سی سنہری آنکھوں نے خود پر ضبط کا پہرہ بٹھائے اسے وہی لقب نوازا تھا۔

اور پھر زور سے دروازہ مارتی وہ وہاں سے نکلتی چلی گئی۔

دروازہ اس قدر زور سے بند ہونے پر وہ آنکھیں میچ گیا۔اس کا سر پہلے ہی درد سے پھٹ رہا تھا۔

کیا کتاب؟

کونسا صفحہ وہ سب بھول چکا تھا۔

یہی ہوتا تھا۔وہ اُسے سب بھلا دیتی تھی۔

کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے چشمہ ہنوز آنکھوں پر واپس چڑھائے وہ آنکھیں موند گیا۔

www.novelsclubb.com

★★★★

وہ سیدھا اپنے کمرے میں آئی اور اسی انداز میں دروازہ بند کرتی زمیں پر بیٹھتی چلی گئی۔

''ارے۔۔۔ کیا ہوا؟'' باتھ روم سے نکلتی ایلیا نے اسے یوں بیٹھا دیکھا تو تشویش زدہ سی اس کی جانب بڑھی جو اسے پا کر سیدھا اس کی طرف بڑھتی عادت کے بالکل خلاف اس کے گلے سے لگ کر خاموشی سے آنسو بہاتی چلی گئی۔

''تم مجھے پریشان کر رہی ہو کیا ہوا؟'' کچھ دیر یونہی روتے رہنے کے بعد ایلیا نے اس کو خود سے الگ کیے فکر سے پوچھا۔

چند دنوں میں اُسے نجانے کیوں یہ لڑکی پیاری ہو گئی تھی۔

محبت کی محبتوں سے محبت ہو جانے میں کوئی شبہ نہیں ہوتا۔ وہ شاید اِسی کیفیت کا شکار ہو رہی تھی۔

اسے اس حویلی کے لوگوں سے محبت ہونے لگی تھی۔ جو اس پاگل لڑکے کے اپنے تھے وہ اس کو بھی اپنے ہی لگنے لگے تھے۔

''جب ہم چلے جائیں گے ایلیا تو تم بھی اُسے یہاں سے لیجانا۔'' وہ واپس ایلیا کے کاندھے سے لگتی آنسو روک کر کہتی اُسے حیران کر گئی۔

''وہ میرے ساتھ کبھی نہیں جائے گا شیریں۔''ایلیا نے اس انداز میں مسکرا کر کہا جیسے وہ بالکل سچ کہہ رہی ہو۔

''ہم جائیں گے تو وہ بھی جانے کو مان جائے گا۔۔''شیریں کے لہجے میں بھی یقین تھا۔

''اتنا جانتی ہو اسے؟''ایلیا نے سوال کیا تھا۔ معنی سوال میں پنہاں تھے جس پر شیریں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''اہاں۔۔۔غلط فہمی ہے تمہاری شیریں سکندر۔۔۔پھر تو تم اس پاگل کو جانتی ہی نہیں ہو۔''سفید ڈریس شرٹ اور سیاہ فلیپر میں ملبوس وہ لڑکی کتنے کانفڈنس سے شیریں کے یقین کو للکار رہی تھی۔

''تم جاؤ گی تو وہ خود کو اِس حویلی کا کر دے گا۔ہر اس حصے کا ہو کر رہ جائے گا جہاں جہاں تم نے قدم رکھے ہیں۔اس حویلی میں تم جو رہ کر جا رہی ہو۔۔۔جیسے اس پچھلے حصے کا ہو کر رہ گیا ہے وہ جب سے لوٹا ہے۔۔۔کیونکہ اس کی مام وہاں ایک

عرصہ یادیں بنا کر وہاں سے چلی گئی ہیں۔"آہ۔۔۔وہ واقعی اس سر پھرے کو جانتی تھی۔کاش شیریں بھی اُسے جان پاتی۔

"تو تم اس سے شادی کر لو۔"اس نے ایلیا کو اس بار شاک کر دیا۔

"تم پاگل ہو۔۔۔اپنے ہاتھ سے گڑھا کون کھودتا ہے لڑکی۔"پیچھے کو سر گرائے ایلیا ہنس رہی تھی۔

"ہم سیریس ہیں۔تم اسے پروپوز کرو۔۔۔حویلی والوں کی فکر مت کرو وہ ان کی سنتا ہی کب ہے۔۔۔تم کہو گی تو وہ تم سے شادی کر لے گا۔۔۔نو سال کا احسان مانتا ہے تمہارا۔شادی احسان کے بدلے کر لو۔۔۔پھر یہی رہ کر اسے اپنے جیسی محبت کرنا سکھا دینا۔۔۔"وہ ایلیا کو ہنسانے کا عظم لیے بیٹھی تھی شاید۔شاک کے مارے ایلیا اس کو دیکھتی رہی اور پھر واقعی ہنس پڑی تھی۔

ہنستے ہنستے اس کی آنکھوں کے کنارے بھیگنے لگے تھے۔

"اس سے محبت کرنا سیکھی ہے بدھو۔۔۔جو خود محبت کا گرو ہے اس کو کیا سکھانا۔۔۔کیا تم واقعی بے وقوف ہو؟"ایلیا کو اس لڑکی پر اب ترس آ رہا تھا۔

کوئی اتنا بے خبر کیسے ہو سکتا ہے۔

''تمہیں نہیں لگتا شیریں تم اپنے بابا حضور کے ہاتھوں مینو پولیٹ ہو رہی ہو؟''
موقع پا کر اس نے فوراً چوٹ کی تھی جس پر نا سمجھی سے شیریں نے اس کی طرف دیکھا۔

''مطلب؟''شیریں نے آنکھیں سکیڑے پوچھا۔

''یوں اک دم انہیں سالوں بعد اچانک بیٹی کیسے دکھ گئی؟''اب کی بار شیریں کے چہرے پر اک رنگ آیا اک گیا تھا۔

''ایسے نہیں کہتے۔''شیریں نے بات ٹالنی چاہی۔

''کبوتر کے آنکھیں بند کر لینے سے بلی کے لیے شکار کرنا آسان ہو جاتا ہے شیریں۔''ڈھکے چھپے لفظوں میں کہتے اس نے شیریں کا دل دہلا ہی تو دیا تھا۔

''بس کروایلیا۔۔۔باپ سالوں بعد بھی اگر لوٹے تو باپ بن کر لوٹتا ہے شکاری بن کر نہیں۔ہم کسی اور کو کریں یا نا کریں مگر۔۔۔ہمیں اپنے ماں باپ کو ان کی غلطیوں پر معاف کر دینا چاہیے۔۔۔سو ہم نے بھی انہیں اپنے 25 سال معاف

کر دیے ہیں۔۔۔۔آئیندہ ایسا کچھ بھی مت کہنا۔"شیریں اس کے پاس سے اُٹھتے ہوئے جو کہہ گئی تھی اس نے ایلیا کو بھی لاجواب کر دیا تھا۔

وہ تو کبھی اپنے باپ کو معاف نہیں کر پائی تھی جب اس شخص نے اسے دھتکارا تھا۔ وہ تو اس کے مرنے پر بھی گھر نہیں لوٹی تھی۔

ایک آنسو اس کی آنکھ سے بہتا خاموشی سے بے مول ہو گیا۔

بیٹی ہونے کا داغ لگایا تھا اس پر اور پھر چھوڑ دیا تھا اسے اور وہ ساری عمر ان سے نالاں رہی تھی۔

خاموشی سے ایلیا اپنا بھاری ہوتا وجود گھسیٹے اپنے کمرے کو نکل آئی تھی۔

شیریں نے اس کے لیے سوچ کے نئے در وا کر دیے تھے۔

www.novelsclubb.com

★★★★

اوپر کی منزل میں راہداری سے نکل کر ایک اور لاؤنج بنایا گیا تھا جسے بھورے رنگ اور آف وائٹ صوفوں اور بھورے کافی ٹیبل کا فرنیچر ڈالے نفاست سے سجایا گیا تھا۔

وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ رہی تھی مگر راستے میں رک گئی۔

نواب مصطفی سیڑھیوں پر کھڑے نظر کا چشمہ لگائے یاسیت بھری نظروں سے لاؤنج کے صوفے پر بے خبری سے بیٹھ کر لیپ ٹاپ پر کام کرتے زکوان کو تک رہے تھے۔

ایلیا کو اس پل وہ ایک بار پھر کمزور لاغر ولاچار سے باپ دکھائی دے رہے تھے۔

کچھ پل ٹھہرنے کے بعد وہ نیچے کی طرف زینے اترنے لگے تو وہ زکوان کے پاس چلی آئی۔

"واٹس اپ ینگ مین؟" دل کا بوجھ دل میں دبائے لہجہ ہشاش بشاش کیے وہ اس کے ساتھ والے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"دیکھ تو رہی ہو۔۔۔کام کر رہا ہوں۔" مصروف سے انداز میں اس نے ایلیا کو جواب دیا جو نظر انداز کیے جانے پر پھیکا سا مسکرا دی۔

"گھر والوں کے لیے تو کبھی وقت نکال لیا کرو۔۔۔" ایک اور کوشش جو پھر بیکار ہوئی تھی شاید۔

''یہاں سب اپنے لیے وقت نہیں نکال پاتے مِس پریرا۔۔۔میرے لیے اس حویلی میں ماں کے بعد اب گھر جیسا کچھ نہیں۔۔۔''لیپ ٹاپ پر ٹائپنگ کرتے ہوئے سرسری سا لہجہ بھی ایلیا کو شدت سے محسوس ہوا تھا۔

''ماں نہیں تو بابا تو۔۔۔''وہ بولنے لگی مگر۔۔۔

''اوہ پلیز یار۔۔۔نو ایموشنل ڈرامہ۔۔۔''زکوان کے کھردرے لہجے پر وہ دنگ رہ گئی۔

شیریں کے الفاظ کانوں میں گونج اٹھے تھے۔

''میں اپنے بابا سے ساری زندگی بہت ناراض رہی زکی۔۔۔میں نے انہیں کبھی پلٹ کر نہیں دیکھا اور۔۔۔پھر۔۔۔ایک دن میں نے انہیں کھو دیا۔۔۔تم بھی۔۔۔کاش ہم بھی سمجھ پاتے کہ ماں باپ کی غلطیوں کو معاف کر دینا چاہیے۔''

گہرا سانس اندر کو لیتی وہ کئی آنسو حلق میں اتار چکی تھی۔

زکوان کے ہاتھ کیپیڈ پر تھم چکے تھے۔

اور وہ اٹھ کر جا چکی تھی۔

شیریں کا سکھلایا سبق اپنے سب سے عزیز شخص کو ورثے میں لوٹاتی وہ کمرے کی طرف بڑھ چکی تھی۔

★★★★

آج اس کی مایوں تھی۔ پیلے سلک کرتہ میں ملبوس زرتار پیلا دوپٹہ اوڑھے وہ اس پل نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت لگ رہی تھی۔

''میں اندر آجاؤں۔'' دروازہ کھٹکا کر زکوان اجازت طلب نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''اوہو۔۔۔زکوان۔۔۔ہم مایوں بیٹھ گئے ہیں تم ہم سے نہیں مل سکتے حویلی کے مردوں میں سے بھی کوئی۔۔۔'' بول رہی تھی مگر زکوان اَن سنی کرتا اس تک آنے لگا۔ دونوں ہاتھ پیچھے کو باندھے وہ سپاٹ چہرہ لیے اس کی طرف آنے لگا جو پلنگ پر دونوں پیر اوپر کیے بیٹھی تھی۔

"کچھ نہیں ہوتا فضول رسمیں ہیں یہ۔۔۔مجھے کام ہے ضروری۔" وہ ٹھان کر ہی آیا تھا شاید۔

پاس آکر وہ ایک نظر بھر کر اسے دیکھتا اگلی بار نظر جھکا گیا۔

بے ساختہ زرد فراک میں ملبوس اندھیرے میں دکھائی دیتی لڑکی کا سراپہ آنکھوں میں اُترا تھا۔

اُسے یوں ڈھٹائی سے کھڑا دیکھ وہ کچھ کہنے کو تھی مگر اگلے پل جم کر رہ گئی۔

زکوان مصطفیٰ گھٹنوں کے بل زمین پر اس کے عین سامنے بیٹھ رہا تھا۔

دل کی دھڑکن میں اِرتعاش برپا ہونے لگا۔

"تم نے مجھ سے کچھ مانگا تھا نا اس دن۔لائبریری میں؟" وہ اب اس کے دونوں ہاتھ تھامے بول رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"ہمیں بھاگنے دو زکوان۔۔" لائبریری کا منظر اس کی آنکھوں میں اترا تو وہ اثبات میں سر ہلا گئی۔

"آج میں بھی بدلے میں کچھ مانگنے آیا ہوں خالی ہاتھ نہیں لوٹونگا شیریں۔" زکوان کے لہجے پر اس کے زکوان کے ہاتھوں میں موجود مخروطی ہاتھ لرز اُٹھے۔

"جب نواب مصطفی تمہیں ڈانٹتے تھے دفعہ ہو جانے کو کہتے تو چچا حضور نے کبھی یہ نہیں کہا کہ وہ میری بیٹی ہے۔ مگر شیریں میں نے۔۔۔(شہادت کی انگلی اپنے سینے پر رکھتے ہوئے۔) میں نے کہا کہ شیریں میری کزن ہے۔۔۔ میری بیسٹ فرینڈ۔۔۔ جب کوئی تمہیں نہیں اپناتا تھا شیریں۔۔۔ تب میں نے۔۔۔ میں نے کھلے دل سے تمہیں اپنایا۔۔۔ اور تم۔۔۔" زخمی نظروں نے شیریں سکندر کو انہونی کا احساس دلا دیا تھا۔

"تم نے اِسی زکوان کو اندھیرے میں رکھنے کا فیصلہ کر لیا۔۔۔ سارے داؤ خود کھیل لیے۔۔۔ ہر فیصلہ خود اکیلے لے لیا۔۔۔۔" دھڑا دھڑ بہت کچھ ٹوٹتا چلا گیا تھا۔

زکوان کے دل میں بسا شیریں پروہ مان۔۔۔۔ شیریں کا اُسے کبھی تکلیف نا پہنچانے کا وہ بھرم۔۔۔

ٹوٹنے کی، زخمی ہونے کی کراہ دونوں کے دل سے اُٹھی تھی۔

''اب بھی سچ نہیں کہو گی؟اب بھی نہیں بتاؤ گی کہ۔۔۔کب سے سچ جانتی ہو اور کتنا؟''ہاتھ ہنوز تھامے نم آنکھوں سے اُسے تکتا زکوان اُس کے دل کے کئی ٹکڑے کر رہا تھا۔

''زک۔۔۔''التجا بھری نظروں نے کچھ کہنا چاہا تو اپنے ہی لبوں پر انگلی رکھے وہ اُسے اِک پل کو کچھ بھی بولنے سے روک گیا۔

''پلیز شیریں آج نہیں۔۔۔آج کوئی التجا نہیں۔۔۔آج سچ بولو۔۔۔وہ سچ جو میں جان کر بھی صرف تمہارے منہ سے مکمل سننا چاہتا ہوں۔''وہ اٹل لہجے میں کہتا تمام اعتراض پل میں مٹا گیا۔

''بابا۔۔۔بابا کا قصور نہیں ہے زکوان۔۔۔''شیریں منمناتی رہ گئی۔

''پھر کس کا ہے؟سچ بولو شیریں۔۔۔میں نواب مصطفیٰ کو ایک آخری موقع دینا چاہتا ہوں۔تم جو کہو گی خدا کی قسم زکوان مصطفیٰ مان لیگا۔۔۔کہو شیریں سکندر شروع سے کہو اور۔۔۔آج رکنامت۔۔۔''اس کو ہاتھ پکڑ کر کھڑا کیے وہ اپنے عین مقابل لے آیا تھا۔

سنہری کانچ آنکھوں سے موتی ٹوٹ کر بہنے لگے۔

''اذان بھائی کی مہندی پر تم آئے تو ہم پچھلے حصے میں چھپنے کو بھاگ گئے۔'' دونوں کو وہ منظر جی بھر کر یاد آیا تھا۔

''وہاں ہمیں بڑی امی کی ڈائیری ملی۔۔۔''اس کے سینے سے لپٹی وہ بوسیدہ ڈائری زکوان کو زرا یاد آئی۔

''ہم لیکر کمرے میں آ گئے۔۔۔اذان بھائی کے۔۔۔ قتل۔۔۔کے چہلم پر ہم بابا حضور کے کمرے کے باہر سے گزر رہے تھے جب۔۔۔۔

''مکافاتِ عمل تو ہونا ہی تھا شنایہ۔۔۔''ادھ کھلے دروازے سے ابھرتی آواز پر شیریں کے قدم ٹھہر گئے۔

راکنگ چیئر پر بیٹھے سکندر حسین کے ہاتھ میں فوٹو فریم تھا۔

ہو بہو شیریں کا عکس۔۔۔بس ناک میں پہنی وہ چھوٹی سی نتھ کا فرق تھا۔۔۔۔

''اذان کے لیے بھائی جان کو تڑپتے ہوئے دیکھتا ہوں تو اس رات اپنی تڑپ اور درد کی جلن پر ٹھنڈی پھوار محسوس ہوتی ہے۔''شیریں کے قدم لرزنے لگے۔

دروازہ کھولے وہ اندر داخل ہوئی۔

''بابا حضور۔۔''اذان کی محبت تھی۔۔۔باپ کا درد یاماں کی تصویر وہ بے خود سی اندر آئی تو وہ ہڑ بڑا کر رہ گئے۔

''آپ یہاں؟''وہ سرد مہری سے کہہ رہے تھے۔

''بڑے ابا سے اتنی نفرت کہ آپ کو اپنے بھتیجے کی موت کا غم بھی نہیں؟''وہ بے خودی میں باپ سے مخاطب تھی۔

''تمیز سے بات کیجیے اور زبان بند رکھیے آپ۔۔۔''وہ شاید بھولے بیٹھے تھے کہ یہ ان کی بیٹی ہی تھی۔

''کہیں آپ نے ہی تو؟''وہ لرزتی آواز میں جملہ ادھورا چھوڑ گئی تو دنگ سے وہ استک آئے۔

www.novelsclubb.com

''شٹ اپ۔۔۔جسٹ شٹ اپ۔۔۔خبردار دوبارہ ایسی بات کی تو۔۔۔ہم نفرت کرتے ہیں مگر ظالم نہیں ہیں۔''اپنی بیوی کی تصویر واپس میز پر رکھتے وہ کمرے سے نکلتے چلے گئے۔

''اس رات ہم بہت ڈر گئے زکوان۔۔۔ بابا حضور کی باتیں۔۔ان کی نفرت ہمیں لگا کہیں۔۔ ہم نے کمرے میں آکر وہ ڈائری کھولی اور بہت سے شک حقیقت کا روپ لینے لگے۔ بڑی امی بابا حضور سے خوف زدہ تھیں۔۔۔اور پھر ایک اور راز ہم پر کھلا۔۔۔''رخ پھیر کر کھڑی شیریں نے مڑ کر بھیگی پلکیں زکوان پر ٹکائیں جو اس کی بات کا مفہوم سمجھ گیا۔

''شہرین شیرازی۔۔۔''زکوان کے منہ سے وہ نام سن کر حیران ہوتی نظروں نے اس کی جانب دیکھا۔

''ہاں زکوان۔۔۔وہ بہت پہلے سے اس حویلی سے جڑی تھیں۔۔۔ جس دن تم نے ہمارے لیے سٹینڈ لیا اور ہم سے شادی کی ہامی بھری ہم جانتے تھے ایسا نہیں ہو گا۔۔۔ ہم نے بابا حضور کی نفرت جانچ لی تھی۔۔۔اور پھر وہ آ گئے۔''اِس دن والا منظر پوری آب وتاب لیے دونوں کے درمیان کسی فلم کی طرح چلنے لگا۔

''بابا حضور کے اعتراض پر ہم نے ان کا ساتھ دیا تو اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ۔۔۔''زکوان نے جملہ اچک لیا۔

''فیور (احسان) کے بدلے فیور (احسان) رائٹ؟'' وہ سمجھ گیا تھا۔ شیریں نے اثبات میں سر ہلایا۔

''ہم نے بابا حضور کی بات اس لیے بھی مان لی اِس خوف سے کہ وہ کچھ غلط قدم نہ اُٹھالیں۔'' زکوان نے اِن کانچ آنکھوں میں بسا مفہوم جان لیا تھا۔

وہ آنکھیں سامنے کھڑے شخص کو کھو دینے کا خوف رکھتی تھیں۔

''ہم اس رات بابا حضور کے پاس گئے۔'' شیریں نے پھر کہنا شروع کیا۔

وہ سکندر حسین کے کمرے میں داخل ہوئی جو اسی راکنگ چیئر پر سر پیچھے کو گرائے آنکھیں موندے وہی فوٹو ساتھ لگائے آہستہ سے جھول رہے تھے۔

''بابا حضور۔'' آواز سے وہ چونکے اور سامنے کھڑے وجود کو دیکھا تو دیکھتے رہ گئے۔

www.novelsclubb.com

آج بے رخی نہ تھی نظروں میں۔

مان رہ جانے کا مان تھا۔ اشارے سے پاس بلایا تھا انہوں نے اسے۔

پہلی بار۔

وہ بس چلتا تو دوڑ کر پہنچتی۔

آہستہ سے ان کے پاس آ بیٹھی۔ گھٹنوں کے بل زمیں پر بچھے رگ پر بیٹھ گئی۔

''ہمارا مان رکھنے کا شکریہ بیٹا۔'' برسوں ترستی پیاسی سماعت سیراب ہوئی تھی جیسے۔

ماں باپ کو ترستے اِن محروم لوگوں سے کوئی ان کی جھلستی پیاسی روح سے پوچھے کہ کیسی ہوتی ہے یہ محرومی۔ بنا کچھ کہے وہ جذب کے عالم میں سر ان کی گود میں رکھ گئی۔

''آپ کی ماں ہوتیں تو کہتیں دیکھو سکندر بالکل تم پر گئی ہے ہماری شیریں۔۔۔ اپنوں کا پاس رکھنا جانتی ہے چاہے اپنے نفرت اور دھتکار کیوں نہ دیتے آئے ہوں'' وہ آج شیریں کی جان نکال رہے تھے۔ پر یہ جان۔ نکلنا اسے قبول تھا۔

''ماں کے ساتھ کیا ہوتھا بابا۔۔۔ کس قصور نے انہیں طلاق جیسا داغ دلا دیا بابا حضور۔'' بھیگے لہجے نے پہلی بار باپ سے وہ سوال کیا تھا جسکے ساتھ وہ ہر پل بڑی ہوتی آ رہی تھی۔

''آپ کی ماں کا قصور یہ تھا کہ نواب خاندان کے فرزند کو ان سے محبت ہو گئی تھی بیٹا۔۔۔''سکندر حسین کا لہجہ نم ہونے لگا۔

''اس خاندان کو اپنے سے برتر تو قبول رہا اپنے سے کم نہیں۔۔۔''وہ آج برسوں بعد کانپتے ہاتھوں سے بیٹی کے بال سہلاتے اسے سکون بخش رہے تھے۔

''بھائی جان ہمارے پھپھا زاد کی بیٹی عشرت سے ہمارا نکاح چاہتے تھے۔اور ہمیں یونیورسٹی کے کانوکیشن میں پوفیسر شنایہ کبیر بھا گئیں۔''سکندر حسین کی لرزتی آواز شیریں کے کان میں گونج رہی تھی۔

''ہم نے روایات کے خلاف جا کر شنایہ سے نکاح کر لیا اور بس۔۔۔طوفان کی آمد شروع ہو گئی۔۔۔۔بھائی جان اور بابا کو شنایا سے نفرت ہو گئی اور بچی کچی کسر عشرت اور شہرین نے پوری کر دی۔''شہرین نام پر اسی پل بدک کر شیریں نے باپ کی طرف سر اٹھا کر دیکھا۔

اسکی نظروں کا سوال وہ جان گئے تھے۔

''ہاں بچے زین العابدین کی ماں شہرین شیرازی۔۔۔بھائی جان اور میرے ساتھ یونیورسٹی میں پڑھتی تھی۔

بھائی جان سے شادی کرنا چاہتی تھی مگر وہ خاندان میں ہی سلطانہ بھابھی سے منسوب تھے۔۔۔۔وہاں بھائی جان نے بھابھی سے شادی کی تو وہ بھڑک اُٹھی اور پھر کچھ سالوں بعد میں نے شنایہ سے شادی کی تو عشرت بھڑک اٹھی۔''شیریں نے باپ کی طرف ناسمجھی سے دیکھا۔

''ان کا آپس میں کیا تعلق بابا حضور۔''بیٹی کے سوال پر وہ گہری آہ بھرتے رہ گئے۔

''عشرت کے بھائی سے زرینہ کی نسبت تہ تھی بچے مگر میرے نکاح کی خبر پر اُس ناہنجار نے بھرے میڈیا میں بابا حضور کے عروج کو چھوتے سیاسی دور میں اُس منگنی کو توڑنے کا اعلان کر دیا۔۔۔۔بابا حضور کی شنایہ سے نفرت اور بڑھ گئی۔۔۔مگر جانتی ہو بیٹا عشرت کا بھائی کون تھا؟''سکندر حسین کے کہنے پر متجسس نگاہوں سے شیریں نے نفی میں سر ہلاتے باپ کی جانب دیکھا۔

''عادل شیرازی۔۔۔شہرین کا شوہر اور زین العابدین کا باپ عادل شیرازی۔''

ایک اور ششدر رہ کر دینے والا انکشاف ہوا تھا۔

ہماری زرینہ کو توڑنے کے بعد اس سفاک انسان نے شہرین سے شادی کر لی۔

شہرین اور عشرت کے اندر کی آگ جمع ہوئے تو شیریں وہ ہوا جو کبھی ہم میں سے کسی نے سوچا نہ تھا۔ہماری گرہستی جل کر خاک ہوتی چلی گئی۔''سکندر حسین کے لہجے میں ملال بول رہا تھا۔

''بھائی جان نفرت میں اتنے اندھے ہو گئے کہ ایک روز بپھرے ہوئے آئے اور اعلان کر دیا کہ اگر شنایہ کو ہم نے طلاق نہ دی تو وہ سلطانہ بھابھی کو طلاق دے دیں گے۔۔۔''شیریں ضبط سے آنکھیں موند گئی۔

''آپ ایک ہفتہ کی ہو گئی تھیں بیٹا۔۔مگر اذان سات سال اور زکوان چار سال کے تھے۔۔۔آپ کی ماں کا سلطانہ بھابھی نے ہمیشہ ساتھ دیا تھا۔بھائی جان کی اِس دھمکی پر شنایہ بھی لرز اٹھی اور اس رات اس نے مجھے۔۔۔بھی ہرا دیا۔''سکندر حسین کی آنکھیں بھیگ چکی تھیں۔

''شنایہ میرے پاس آئی تو اس کی گود خالی تھی۔۔۔وہ آپ کو زرینہ کی گود میں سونپ کر آئی تھی۔۔۔ہم سے۔۔۔طلاق لینے۔۔۔''شیریں باپ کے انکشاف پر اسی پل بُری طرح سسک اُٹھی۔

''ہم نے اس رات اسے پہلی بار تھپڑ رسید کیا تھا شیریں مگر۔۔۔وہ فیصلہ کر کے آئی تھی۔ صبح تک کی ڈیڈ لائین دی تھی بھائی جان نے۔۔۔ہم نے اس سے کہا کہ ہم بھاگ جاتے ہیں۔یہ حویلی چھوڑ دیتے ہیں مگر اس نے سلطانہ بھابھی کے علاوہ کسی کا نہیں سوچا۔۔۔اس نے۔۔۔شنایہ نے۔۔۔''سکندر حسین کی آواز رندھنے لگی۔

''شنایہ نے کہا کہ ہم اسے طلاق دے دیں ورنہ وہ اپنی جان۔۔۔۔۔لے لیگی۔۔۔اور۔۔۔ہم۔۔۔شیریں ہم بس وہی ہار گئے۔''ہم مر سکتے تھے مگر اُسے کیسے مرنے دیتے۔''شیریں باپ کے لہجے میں درد محسوس کر رہی تھی۔

''محبت بھی عجیب میلو ڈرامہ ہے بچے۔۔۔مرنے مارنے پر آجاتی ہے۔ کبھی جان لینے پر اور کبھی دینے پر۔۔۔بظاہر تو جان کسی کی نہیں جاتی مگر۔۔۔سچ کہتا

ہوں۔۔۔اِس سب میں۔۔۔ محبت میں، جان نکل ہی جاتی ہے۔۔۔شنایہ نے ہماری جان بھی اس روز طلاق لیکر جیسے نکال دی۔۔۔۔'' سکندر حسین آنکھیں موندے برسوں بعد آج خاموش آنسو بہا رہے تھے۔

''تو ہم سے اتنے سال کی نفرت اتنے سال بے رخی کیوں بابا حضور۔۔۔'' دل میں دفن شکوہ شیریں کے لبوں سے نکلتا درد سے چور الفاظ کی شکل اختیار کر گیا تھا۔

''آپ سے نہیں بیٹا۔۔۔ ہمیں تو اس لال حویلی سے نفرت ہے۔۔۔اس حویلی کی ہر دیوار پر۔۔۔ یہاں کے ہر فرد کی نظروں میں ہمیں اپنی شنایہ کا خون سے لت پت وہ منظر عکس کی طرح اترتا دکھائی دیتا ہے۔۔۔آپ کو لیکر ہم ہمیشہ خوف میں مبتلا رہے۔۔۔ کہ۔۔اگر ہم نے آپ کو قبول کر لیا تو کہیں بھائی جان آپ کو بھی اِس حویلی سے دور نہ کر دیں۔۔۔اُس رات۔۔۔۔

www.novelsclubb.com

''قسمت کو رحم نہیں آیا اس لال حویلی پر، مجھ پر اور سلطانہ بھابھی پر۔۔۔اس رات ہی گھر سے نکلتی شنایہ ٹرک سے ٹکرا کر جاں بحق ہو گئی۔

دو دن بعد سلطانہ بھابھی کو بھائی جان کے ریوالور سے کسی نے قتل کر دیا۔ نشان بھائی جان کی انگلیوں کے ملے مگر ہمیں معلوم ہے بھائی جان نے نہیں مارا۔۔۔وہ اُس وقت گھر پر نہ تھے جب یہ حادثہ ذیشں آیا مگر کون۔ تھا اِسکا ہمیں شک تھا۔ ہم زکوان کی غلط فہمی پر خاموش رہے تاکہ وہ باپ سے نفرت کرتا رہے اور بھائی جان کو بھی تو سزا ملے۔'' سکندر حسین نے آج خلاصہ کر دیا تھا۔

شہرین کی زباں سے ہوتے اعتراف سنتا زکوان اپنی جگہ ٹھہر سا گیا تھا۔

''تو۔۔۔نواب مصطفی نے میری ماں کو۔۔۔''زمیں پر ڈھیتے زکوان کے لب پھڑ پھڑاتے رہ گئے۔

کمرے میں موجود دونوں وجود کے چہرے آنسوؤں سے تر تھے۔

وہ مڑ کر اس کے پاس آنے لگی۔

زمیں پر بیٹھے زکوان کو کاندھوں سے تھامے وہ خود بھی رو رہی تھی۔

''کہانی یہاں ختم نہیں ہوئی زکوان۔۔۔بابا کہہ رہے تھے۔۔۔جس ریوالور سے بڑی امی کا قتل ہوا اِسی ریوالور سے۔۔۔۔اذان بھائی۔۔۔۔"وہ اپنے تئیں زکوان کو

بتانے کی کوشش کر رہی تھی جب فکوان۔ کے اگلے الفاظ سنتی وہ خود تھم گئی۔"

جانتا ہوں انسپیکٹر باسل اور ایس پی صاحب سے پتا چل گیا تھا مجھے۔"تو وہ کچھ نہ کچھ نہیں کافی کچھ جانتا تھا۔

"ہاں اور تایا حضور پر دوبارہ الزام نہ آئے اس لیے انہوں نے یہ کیس بند کروا دیا تھا۔" کہتے کہتے اِس بار شیریں خود ہی خاموش ہو گئی۔

بھرائی آواز سے کچھ ادا نہیں ہو پا رہا تھا۔

"پہلے چچی جان کا ٹرک ایکسیڈنٹ، پھر امی پر حملہ۔۔۔"زکوان کڑی سے کڑی ملانے لگا۔

"اور پھر اذان بھائی جان کا مرڈر (قتل)۔"شیریں نے ایک اور کڑی کا اضافہ کیا۔

"اور نفرت میں اندھی شہرین آنٹی کا تمہارے لیے رشتہ مانگنا، نہیں۔۔۔یہ شادی کبھی نہیں ہو گی شیریں۔۔۔"وہ اُسے کھو دینے کے خوف سے تلملا اُٹھا۔

"نہیں زکی ہمیں مارنا ہوتا تو کب کا مار چکی ہوتیں۔۔۔اُنہیں بڑے ابو کی اولاد سے نفرت تھی اور۔۔۔"ابھی شیریں چھے ذرسے آنسو صاف کرتے ہوئے بول رہی تھی کہ۔۔۔

"اس کا مطلب۔۔۔"

زکوان نے لمحے کے ہزارویں پل میں شیریں کی جانب دیکھا تھا۔ نظروں میں خوف اترنے لگا۔ دونوں کی نظریں ملیں۔

"اُن کی نفرت کی اصل وجہ ابھی زندہ ہے شیریں۔۔۔ہر حملہ ہمارے ہاں کسی نہ کس جشن کے روز ہوا ہے۔"زکوان کے انکشافات پر وہ دل تھام۔ کر رہ گئی۔

"امی جان کی شادی کی سالگرہ تھی اُس روز، بھائی جان کی بارات اور۔۔۔"زکوان کا مضطرب لہجہ شیریں کو سمجھ میں آیا تو وہ بھی تیزی سے اپنی جگہ سے آگے بڑھی۔

"بابا۔۔۔"ابھی زکوان کے لب بس اتنا ہی ادا کر پائے تھے۔

وہ دونوں مزید وقت ضائع کیے ابھی اٹھ کر دروازے کی جانب بھاگے تھے مگر۔۔۔

زرینہ بوا کی چلانے کی آواز نے ہر سکتہ چیر ڈالا۔

دیر ہو چکی تھی۔۔۔

★★★★

تھکے ہارے قدموں سے وہ اگلے چند منٹ بعد ہال میں داخل ہو رہے تھے۔

ہال کے وسط میں سفید سٹریچر پر پڑی میت دیکھ دونوں نے آنکھیں میچ لیں۔۔۔

"بابا۔۔۔" زکوان مصطفی کے لبوں نے کئی سالوں بعد اس نام کو پکارا تھا۔۔۔

پکارا بھی کب تھا جب جواب دینے والا۔۔۔ سن کر خوشی سے تڑپ اُٹھنے والا سامنے ابدی نیند سو رہا تھا۔

قدرت نے اِس شخص کا یہی حساب کر ڈالا تھا۔

جس نے شیریں کو ماں باپ کے لئے ترستا بلکتا چھوڑ دیا تھا اُسے خود بھی مرنے تک باپ کہلائے جانے کا سکھ نصیب نہیں ہوا۔

www.novelsclubb.com

نواب مصطفی حسین کی خون میں لت پت لاش لال حویلی کے لال رنگ کو اور گہرا کر گئی۔

میت کے پاس کھڑی زرینہ تڑپ کر رو رہی تھیں۔

ایلیا انہیں سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی۔

وہیل چیئر پر بیٹھے حسین علی برف کی طرح سرد ہو چکے تھے۔

چہرہ سفید پڑ چکا تھا۔

جان سے چہیتے بیٹے کی موت دیکھ خود کی جان اسی پل نکل چکی تھی۔

سکندر حسین باپ کو جھنجھوڑتے تو کبھی بھائی کی طرف لپکتے۔

تمام نفرتیں کہیں دم توڑ گئی تھیں۔ مرنے والوں سے کیسی نفرت۔

سب ہال میں تھے۔

آہ و بکا کا تکلیف بھرا منظر۔۔۔۔

www.novelsclubb.com

لال حویلی کو اپنے لال ہونے پر ایک بار پھر صدمہ ہونے لگا تھا مگر سب بے سود تھا۔

موت۔۔ایک اور موت ہو چکی تھی۔

★★★★★

''یہ کیا کیا آپ نے؟''وہ غصے میں کانپ رہا تھا۔

اندھیرے میں بھی اسکی گردن کی تنی رگیں کچھ کچھ محسوس ہوتی تھیں۔

وہ اُن کا ہاتھ زوع سے تھامے اُنہیں وہاں سے کھینچ کر لے جانے لگا۔

دوسرا وجود سفاکیت سے ہنستا اُس کا ہاتھ جھٹک گیا۔

''اِس لڑکی کو میرے دشمنوں کی اولاد سے کچھ زیادہ ہی محبت ہو گئی تھی۔۔۔ماں کے دشمنوں۔کوئی ہمدردی کرتا ہے بھلا؟ماں کا سچ بتانے نکلی تھی۔اِسے تو مر ہی جانا چاہیے۔۔ہاں اسلیے اسے بھی۔۔۔مار دیا۔۔تم۔۔۔تم بھی۔۔۔نہیں نہیں۔۔۔تمہیں نہیں مار سکتی۔۔۔تم میں تو جان ہے میری۔۔۔پھر کیا کروں۔۔۔''وہ ہذیانی کیفیت۔۔۔وہ سفاک لہجہ۔۔۔سامنے ہی سبرینہ کی خون میں لت پت لاش پڑی تھی۔

اور پھر ہاتھوں میں سیاہ ریوالور تھامے اس نے مزید کچھ سوچے سمجھے بغیر نشانہ اپنی کھوپڑی کا لیا۔۔۔بنا ایک سینکڈ ضایع کیے۔۔۔

"وہ مجھے کبھی ڈھونڈ نہیں پائیں گے۔۔۔میں نے بدلہ لے لیا،اپنے آپ کی ناقدری کا اپنے ٹھکرائے جانے کا آج ہر بدلہ میں نے لے لیا۔۔۔ہاہ۔۔۔"اور ٹرگر دبتا فضا کے سناٹے کو چیرتا اس سنسان علاقے میں ہر سو وحشت پھیلا گیا۔

"مام۔۔۔۔۔"ہر سو چھائے سناٹے میں ایک ہی آواز چاروں اور گونجنے لگی۔

بنا عدالت کے،بنا قانون کے سب کو اپنے کیے کے انجام مل گئے تھے۔

بھیانک انجام۔

★★★★★

آج نواب مصطفیٰ اور حسین علی کی موت کو تین دن ہو گئے تھے۔

سوئم کا کھانا بانٹ دینے کے بعد وہ تھکا ہارا مین دروازے سے اندر داخل ہو رہا تھا۔

تسبیح ہاتھ میں تھامے ہال کے صوفے پر بند آنکھوں سے گرتے آنسوؤں سے بے خبر زرینہ حسین کے پاس سکندر حسین بیٹھے تھے۔

وہ وہی آ گیا۔

"ہمیں معاف کر دو آپا۔۔۔ہم دونوں بھائی آپ کو خوشیاں نہیں دلا سکے۔۔۔ماں تو بچپن میں آپ کو ہم سب کو چھوڑ گئیں مگر۔۔۔ہم نے۔۔۔معاف کر دیں آپا۔" ہاتھ جوڑے سکندر حسین معذرت کر رہے تھے۔روتی ہوئی زرینہ بھائی کے سینے سے جا لگیں۔

دونوں بھائی بہن آج تمام خساروں پر رونے بیٹھے تھے۔وہ وہاں سے ہٹ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"اُس کی ماں نے پہلے سبرینہ کو مارا ہے کیونکہ وہ شاید شیریں کو کال کرنے والی تھی اور پھر خودکشی کر لی ہے۔" ایلیا کی آواز پر وہ ٹھٹھک کر رک گیا۔

سیڑھیوں پر ہی وہ سفید لباس میں اُسکا راستہ روک کر کھڑی تھی۔

"آیا تھا معافی مانگنے۔۔۔" ایلیا ابھی بول رہی تھی کہ شیریں بھی وہی آن پہنچی۔

دونوں نے اس کے آنے کا منظر ایک ساتھ یاد کیا۔

پائیں باغ میں سفید ملگجے لباس میں کھڑے ندامت کے مارے اُس کا سر جھکا ہوا تھا۔

''میری ماں نے اِس حویلی کے مکینوں سے ہمیشہ سے نفرت ہی کی مگر۔۔۔۔میں لاعلم ہی رہا۔'' وہ بولتے ہوئے ماں سے جڑی آخری گفتگو یاد کرتا اُنہیں سچ بتانے لگا۔

مایوں سے ایک دن قبل کا منظر تھا۔

''جب تم سکندر کی بیٹی سے شادی کر لو بیٹا تو یہاں سے چلے جانا ورنہ۔۔۔'' کچن میں کھڑی شہرین نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

''ورنہ مام؟'' زین نے اچھنبے سے پوچھا۔

''ورنہ وہ بھی مر جائے گی۔'' کافی لیکر عام سے انداز میں کہتی شہرین نے زین العابدین کا دل دہلا ڈالا۔

ماں کا وہ سرد لہجہ یاد کرتا وہ معذرت کے لیے الفاظ ڈھونڈ رہا تھا۔

کچھ دن بعد کا منظر اُس کی نظروں میں اترنے لگا۔

کچھ وقت سے شہرین کافی مضطرب اور چڑچڑی سی رہنے لگی تھیں۔کچھ نہ کھانے پینے کے باعث شوگر لیول لو ہونے لگا۔

اپنی ماں کی بے چین ہوتی طبیعت دیکھ وہ اُس روز کی شام اُن کی دراز سے دوا لینے آیا تھا۔۔۔وہ اپنے کمرے میں کب کسی کو آنے دیتی تھیں۔

دراز کھولی تھی تو وہ دنگ رہ گیا۔

کچھ عرصہ قبل وہ جب اذان کے کیس کے سلسلے میں زکوان کے ساتھ پولیس سٹیشن گیا تھا تو معلوم ہوا کہ موقعِ واردات پر گری ہوئی گن پولیس کے پاس سے غائب کی گئی تھی جس سے اذان کا قتل ہوا تھا۔

اور جس سے کئی سال پہلے سلطانہ حسین کے قتل کے متعلق بھی ایک کہانی پس منظر میں موجود تھی۔۔۔"

وہ اِس گن کی تصویر کئی بار دیکھ چکا تھا۔

جیب سے رومال نکالے وہ بے سدھ سا گن اٹھا کر الٹ پلٹ کرنے لگا۔

وہ اس گن کو کیسے نا پہچانتا جس سے اس کے عزیز دوست کی جان لی گئی تھی۔

اذان کے قتل والی رات شہرین کا پارلر میں سبرینہ کو چھوڑ کر نکل جانا اسے بے ساختہ یاد آیا تھا۔

اذان کی موت کے بعد وہ کتنی نارمل تھیں۔۔۔اسے پھر یاد آیا تھا۔۔۔

اپنے شکوک پر ششدر رہ سا وہ مڑا تھا اور۔۔۔

شہرین شیرازی کو۔۔۔اپنی ماں کو پیچھے کھڑا دیکھ دنگ رہ گیا۔

وہ چہرے پر سفاکیت لیے مسکرا رہی تھیں۔

''اچھا ہوا کہ تمہیں یہ مل گئی۔۔اسے سالوں سے کبھی سامنے لا کر اور کبھی چرا کر میں بھی تھک گئی تھی۔۔۔''لاپرواہ۔۔۔بے حس لہجہ۔۔۔

زین کے دل کی دھڑکنیں تھمنے لگیں۔

"ویسے اب مجھے اِس کی ضرورت نہیں ہے"

''کہانی سنو گے؟''اس کے پاس آتی شہرین نے بیٹے کا گال سہلایا مگر پہلی بار وہ سہم کر رہ گیا۔

''تمہارا باپ ایک اچھا انسان تھا زین مگر۔۔۔مجھے وہ کبھی پسند نہیں رہا۔۔۔میرے ڈیڈ نے زبردستی شادی کروائی تھی میری ورنہ میں تو صرف۔۔۔نواب مصطفیٰ سے

شادی کرنے والی تھی۔"شہرین شیرازی ماضی کے اوراق پلٹتیں زین العابدین کو اپنے اس نئے روپ سے خوف زدہ کر رہی تھیں۔

"محبت ایک سے ہو جائے تو پھر دوبارہ کسی ایک سے نہیں ہو پاتی بچے۔۔۔یہ ایسی دیارِ رخصت ہے کہ یہاں پھر ایک کے علاوہ سب کو رخصت کر دیا جاتا ہے۔"

وہ پل پل زین العابدین کی دنیا دہلا رہی تھیں۔

"بڑے بے حس ہیں یہ نام نہاد کے نواب۔اُس نے مجھے ٹھکرایا اور اس کے بھائی نے عشرت کو۔۔۔اور پھر دھیرے دھیرے۔۔۔ہم نے ان سب سے انکا سب کچھ چھین لیا۔"ان کے لیہجے میں زرا بھی پشیمانی نہ جھلکتی تھی۔کیا عورت کا ایسا ڈے حس روپ بھی ہو سکتا ہے وہ ساکت کھڑا مرد فقط سوچتا رہ گیا۔

"جس رات شنایہ مری میں تو سلطانہ کو بھی مار دیتی مگر پولیس وہاں آگئی۔۔۔"

شہرین شیرازی کے پور پور سے نفرت ٹپک رہی تھی۔

"خیر مار ہی دیا آخر اُسے بھی میں نے اُس کی شادی کی سالگرہ پر۔۔۔مصطفی پر الزام لگنے کی پوری تیاری کی تھی میں نے مگر۔۔۔کمبخت اِن کے یہ سیاسی تعلقات اور

نواب ہونے کا رتبہ اُسے بچا گیا۔۔۔ لیکن پھر میں نے اُس سے اس کا بیٹا چھین لیا۔۔۔ میں اُسے کبھی خوش نہیں ہونے دوں گی۔۔۔ شنایہ سے نفرت میں وہ پاگل اتنا اندھا رہا کہ میری نفرت کبھی دیکھ ہی نہیں پایا۔۔۔" وہ ریوالور ہاتھ میں تھامے سفاکیت کی ہر حد عبور کیے زین کی جان نکال رہی تھیں۔

"وہ سکندر کی بیٹی میرے لاڈلے بیٹے کو نہ بھاتی تو اس کو یا اس خاندان کی خاک کو بھی میں اپنے گھر نہ آنے دیتی۔۔۔ مگر۔۔۔ کوئی بات نہیں بچے۔۔۔ سکندر سے میری زیادہ کوئی دشمنی نہیں ہے۔۔۔ تم کر لو اس کی بیٹی سے شادی اور ہاں۔۔۔ اُسے بس اِس گھر میں لانے کی غلطی کبھی مت کرنا۔" اس کا کاندھا تھپتھپاتیں وہ ریوالور ہاتھ میں لیے باہر نکل آئی تھیں۔

اپنے اگلے وار کو تیار۔۔۔ بیٹے کو شل چھوڑے وہ آج ایک آخری وار کی تیاری کو نکل پڑی تھیں۔

★★★★

''مام شروع سے شدید ڈیپریشن کی مریض رہی تھیں۔ مگر وہ کب دماغی مریضہ بننے لگیں پتا ہی نہ چلا۔۔۔'' پائیں باغ میں کھڑے زین کے لہجے میں یاسیت اور ندامت دونوں شامل تھے۔

''آئم سوری شیریں مجھے سچ تمہاری مایوں بیٹھنے کے قریب ہی پتا چلا تھا۔۔۔ ورنہ میں۔۔۔'' وہ ندامت سے کہہ رہا تھا۔

''ورنہ کچھ نہیں زین۔۔۔" اِس تمام عرصے میں شیریں نے پہلی بار زین العابدین کی جانب دیکھ کر جواب دیا۔ "آپ تب بھی کچھ نہیں کرتے۔۔۔ آپ نے کرنا ہوتا کچھ۔۔۔ تو ایک فون کال بھی کافی تھی۔۔۔" وہ اُس کی ہر کیفیت سے بالاتر کسی حد تک سچ ہی کہہ رہی تھی۔ "اب آپ جائیں۔'' اور پھر اُٹھ کر وہ اندر کی جانب قدم بڑھا گئی تھی۔

www.novelsclubb.com

یاد کا تسلسل ختم ہو گیا تھا۔

وہ دونوں سرسری سے انداز میں زکوان کو زین کی آمد کا بتا رہی تھیں۔ یہ آخری منظر دونوں نے اُس کے سامنے کہنا ضروری نہیں سمجھا۔

بنا کچھ کہے، بنا کوئی ردِ عمل دیے فکوان خاموشی سے اوپر کی طرف سیڑھیاں چڑھتا گیا۔

اُس نے آج ایک اور خسارہ اپنے حصے پایا تھا۔۔ایک آخری اپنا شخص اپنے ہاتھوں سے کھو دیا تھا۔

وہ بولنے لائق نہیں بچا تھا۔

★★★★

سوتے ہوئے میں کروٹ بدلتی شیریں نے دھندلی آنکھوں سے بیڈ کے دوسری جانب نگاہ ڈالی تو نگاہ ساکت رہ گئی۔

جائے نماز پہ سجدے کی حالت میں کوئی وجود سسک رہا تھا۔

کمفرٹر ہٹائے وہ اس طرف کو آنے لگی۔

سیاہ شال میں لپٹی وہ۔۔۔۔

وہ ایلیا تھی۔۔۔قدموں کی آہٹ پر وہ اچھل کر سیدھی ہوئی تھی۔

بھیگی متروم آنکھیں شیریں پر ٹھہریں اور شیریں کا دل اس پل ٹھہر سا گیا۔

"تم۔۔۔ نماز۔۔۔ کب۔۔۔ سے۔۔۔" شیریں کو سمجھ ہی نہ آیا کہ کیا ہوا تھا۔

ایلیا کے لبوں پر زخمی سی مسکراہٹ نے احاطہ کیا تو شیریں کا دل جیسے سکڑنے لگا۔

"جب تم نے بلایا تھا تو واپس لوٹنے والی ایلیا میں اور پہلی ایلیا میں ایک فرق آ گیا تھا شیریں۔" تر چہرے کو ہاتھ کی پشت سے پونچھتے اس نے کہنا شروع کیا۔

"یہ ایلیا صرف ایلیا پیرا نہیں۔۔۔ مسلم ایلیا بن کر لوٹی ہے۔۔۔" مسکراتی ہوئی مگر اداس نظریں۔

وہ لڑکی واقعی خاص تھی۔

"بتایا کیوں نہیں؟" شیریں نے منمنا کر پوچھا تو وہ ہنس پڑی۔

www.novelsclubb.com

"بتا دیتی تو سب کہتے یہ اس خاندان کے نواب زادے کی خاطر بدلی ہے۔۔"

شیریں نے چونک کر اسے دیکھا۔

"تو کیا ایسا نہیں۔۔۔؟" ایلیا نے ہنستے ہوئے نفی میں سر ہلا کر اسے حیران کر ڈالا۔

مجھے پتا نہیں ان نو سالوں میں کب زکی سے محبت ہو گئی۔۔۔ ہندوستان لوٹی۔۔۔ تم سے ملی، تو جانا کہ آہ۔۔۔ اس دشمنِ جاں سے ہو گئی ہے محبت جسے پہلے ہی کسی کی محبت نے اسیر کر رکھا ہے۔'' ایک پل میں شیریں پر دو انکشاف کیے تھے آج ایلیا پر یرانے اور شیریں دونوں بخوبی سمجھتی نظریں جھکا گئی۔

''مجھے زکی کی محبت نے ہندوستان بلایا۔۔۔ میری ماں اور میرے بابا میری آٹھ سال کی عمر میں مجھے لیکر ہندوستان سے نیویارک شفٹ ہوئے تھے اور پھر میرے باپ کو وہاں ایک لڑکی سے عشق ہو گیا۔۔۔'' شیریں کے دونوں ہاتھ تھامے سیاہ شال میں لپٹے سپید پُر نور سے نظر آتے چہرے پر مسکراہٹ سجائے وہ آج پہلی بار اپنی کہانی سنا رہی تھی۔

''اُنہیں میرا وجود کبھی قبول نہیں تھا۔۔۔ جب عشق کا بھوت سوار ہوا تو مام بھی کھلنے لگیں۔۔۔ چھوڑ کر ہمیں وہ ہمیشہ کے لیے اس کے پاس چلے گئے۔۔۔ میں یونیورسٹی آئی تو زکی سے ملاقات ہو گئی اور پھر میں نے وہ اپارٹمنٹ چھوڑ دیا کیونکہ میری ماں بھی مر چکی تھی۔'' کتنے تُرش لہجے میں وہ خود پر بیتی داستان سنا رہی تھی۔

شیریں نے یاسیت سے اسے دیکھا جو انہی میں سے ایک نکلی تھی۔ محرومیوں کی ماری۔۔۔

تبھی وہ سب آپس میں ایک عجب ربط میں بندھ گئے تھے۔

"باقی سب تم جانتی ہو سوائے اس کے کہ۔۔۔زکی کی محبت میں مجھے زکی نہیں ملا لیکن پتا نہیں کب اللہ مل گئے۔۔۔اب وہ مجھے کافی ہیں۔" وہ لڑکی مضبوطی اور ظرف کی اعلیٰ مثال تھی۔

شیریں بِنا کچھ کہے اس کو اپنے ساتھ لگا کر آنکھیں موند گئی۔

یہ محبت اور گرمجوشی کا لمس ہی اس پل ہر طرح کا بہترین دلاسہ تھا۔

ایلیا بھی آنکھیں موندے اس کے گرد بازو لپیٹ کر مسکرانے لگی۔

www.novelsclubb.com

رات کے تیسرے پہر کوئی یوں بھی جاگتے ہیں۔ کھڑکی سے جھانکتے چاند نے سوچا تھا شاید۔۔۔ مگر بدلے میں خاموشی کے سوا کوئی جواب نہیں آیا تھا۔

آتا بھی کیسے کہ چاند کا سوال اپنے آپ میں خاموشی لیے ہوئے تھے۔

پر سکوت اور پر سکون خاموشی۔

★★★★

''ایسے اچانک جانے کی وجہ ؟''ٹریک سوٹ میں ملبوس گھریلو عام سے حلیے میں اُس کے سامنے کھڑا وہ خفا دکھائی دے رہا تھا۔

ایلیانے پیار بھری نظروں سے جی بھر کر اس بڑھی ہوئی شیو والے لڑکے کو دیکھا تھا۔

شاید آخری بار۔۔۔

مین دروازہ کھلا ہونے کے باعث دھوپ برچھی ہو کر اس کے چہرے پر اترتی اُسے مزید پیارا بنا رہی تھی۔

''یہاں رہنے کی وجہ ؟''اس نے بھی زکوان کے سوال کے بدلے سوال کیا۔

''میں دوں وجہ ؟''دو مہینوں کی خاموشی کے بعد وہ بھی اب گُھلنے ملنے لگا تھا۔

زندہ لوگ بھلا کب تک خاموش رہتے ہیں۔

ایلیا نے سوالیہ نظروں ابرو اکھٹے کرتے اس کی طرف دیکھا۔

''مجھ سے شادی کرو گی؟''اور اگلے ہی پل وہ ساکت کھڑی رہ گئی۔۔۔چند پل سکتے کی نظر ہوئے مگر وہ ایلیا تھی۔

''کتنے بد تمیز ہو زکی۔۔۔مذاق اُڑا رہے ہو؟''منہ بسورے اُس نے دل کی حالت سنبھالتے اُسے لتاڑا۔

''جواب دو ہاں یا نا؟''زکوان کے لہجے کی سنگینی اُس نے اب بھانپی تھی شاید۔

سوٹ کیس کے ہینڈل پر ایلیا کی گرفت مضبوط ہو چکی تھی۔

''نہیں۔''دل پر بھاری پتھر رکھے وہ فیصلہ سناتی وہاں موجود تین افراد کو سن کر گئی۔

www.novelsclubb.com

سیڑھیوں سے اُتر کر راہداری کی طرف آتی شیریں۔

کچن سے نکل کر اُن کی جانب بڑھتیں زرینہ بوا اور راہداری سے جڑے ہال میں ایک طرف بیٹھے سکندر حسین۔۔۔

اگر کوئی ساکن نہ ہوا تھا تو وہ تھا زکوان۔

وہ حیرت انگیز طور پر اُس کا جواب سن کر ہنس پڑا۔

''انکار کی وجہ بھی بتا دو۔'' سرسری سا انداز تھا اس کا۔

شیریں تیزی سے چل کر اب ایلیا کے بغل میں آ کھڑی ہوئی۔

''یہ کیا بیوقوفی ہے ایلیا۔۔۔تم تو۔۔۔''شیریں نے بولنا چاہا تو ایلیا اس کا بازو تھامے اُسے مزید کچھ کہنے سے روک گئی۔

''تم چپ کرو بیوقوف لڑکی۔۔۔یہ لڑکا تمہارے علاوہ کسی سے شادی کر لے تو قسم سے میں اپنی ساری جائیداد دان کر دوں۔۔۔اِس نے ضرور تمہیں سیڑھیاں اُترتے دیکھا اور بس تمہارا امتحان لینے کو کہہ دیا۔۔۔یہ اُلو کا پٹھا 9 سال تک میرے سامنے صرف تمہیں یاد کرتا آیا ہے اور تمہیں لگتا ہے میں اِس کے اِس پروپوزل پر یقین کر لونگی؟''ایلیا بولنا شروع ہوئی تو سب دنگ ہی رہ گئے۔

دونوں ہاتھ ٹراؤزر کی جیب میں اڑسے وہ دبے دبے انداز میں مسکراہٹ روک رہا تھا۔

''اور تم۔۔۔ بھوپال کے ہونے والے نواب۔۔۔ تم دونوں یہ ڈرامہ بند کرو۔۔۔ قسم لے لو اُس دن جب آخری بار زین اِس سے ملنے آیا تو اِس لڑکی نے اُسے دیکھے بغیر واپس لوٹا دیا تھا۔۔۔ اور اگر زین کے ساتھ یہ شادی کے منڈپ میں بیٹھ بھی جاتی نا تو کبھی قبول ہے نہیں کہہ پاتی۔۔۔'' وہ سامنے کھڑے زکوان کو لتاڑ رہی تھی اور تب سکندر حسین بھی اخبار چھوڑ کر وہی چلے آئے۔

''اور تم کمال ہو شیریں۔۔۔ اس اُلو کی تصویریوں سے آرٹ گیلری بھر رکھی ہے۔۔۔ اس کے علاوہ کسی پر بھروسہ کرنا نہیں آتا اور اس اُلو کے پٹھے کی آنکھوں میں تمہیں اپنا عکس نہیں دکھتا۔۔۔؟'' اُس کی ڈپٹتی آواز میں کھوئے وہ سب اس پل اس کی آنکھوں میں اترتی نمی کو نہ دیکھ پائے تھے سوائے شیریں کے۔

''انکل یہ دونوں بیوقوف ہیں۔۔۔ آنٹی آپ لوگوں نے تقریباً سب کھو دیا ہے۔۔ اب اگر انہیں الگ کریں گے نا تو ٹرسٹ می (میرا یقین کریں) اِنہیں بھی کھو دیں گے۔۔۔ پلیز۔۔۔'' وہ اب چل کر زرینہ حسین کے پاس آتی عقیدت سے ان کے ہاتھ تھامے التجا پر اتر آئی۔

www.novelsclubb.com

"نفرت کو رخصت کریں اِس دیار سے اور۔۔۔ محبتوں کو اپنالیں۔۔۔لال حویلی کو محبت کے لال رنگ سے روشن کر دیں۔۔۔انکل پلیز۔۔۔" اِنہی التجائیہ نگاہوں نے سکندر حسین کی جانب دیکھا جو چند پل ٹھہرے رہے اور پھر۔۔۔اثبات میں سر ہلا گئے۔

وہ ایک پل تھا۔۔۔کہ لال حویلی سے کئی من بوجھ اُترتا چلا گیا۔

شیریں نے اِس پل بے حد مشکور نگاہوں سے سامنے کھڑی اِس عظیم لڑکی کو دیکھا جو اب اُسی کے پاس آرہی تھی۔

اس کا ہاتھ تھامے اُس نے شیریں کو زکوان کے بغل میں لا کر کھڑا کر دیا۔

"اِس حویلی نے پچھلی دو شادیوں میں صرف ماتم دیکھا ہے۔۔۔اِس بار اِس حویلی کو ایسی حسین اور دھوم دھام والی شادی دکھانا کہ یہ وہ دو ماتم کا غم بھول جائے۔۔۔اور ہاں۔۔۔۔

جب تک میں خود شادی نہ کر لوں۔۔۔ کہیں بھی گھوم لو۔۔۔بس۔۔۔نیو یارک مت آنا۔'' دونوں کا ہاتھ تھامے اُس نے مسکراتے ہوئے دھمکی آمیز لہجے میں کہا تو زکوان سمیت سب مسکرا دیے۔

★★★★

سوٹ کیس کا ہینڈل تھامے وہ اب ماربل کی روش تہ کرتی زکوان کے ساتھ پورچ کی طرف بڑھ رہی تھی۔

لال حویلی کو ایک آخری دیدار میں اپنے اندر اتارتی وہ اس پل تکلیف سے ادھموا تھی۔

مگر کیا کرتی۔۔۔یہ حویلی تو نواب زکوان کی تھی۔اس کا زکی تو نیویارک میں ہی رہ گیا تھا۔

www.novelsclubb.com

یہ حویلی تو شیریں کی تھی۔

اس کے لیے تو یہ دیارِ رخصت ہی تھا۔

ایسا گھر جہاں سے اُسے ایک نا ایک دن رخصت ہونا ہی تھا۔

اسے گاڑی میں بٹھا کر زکوان واپس آ رہا تھا۔

گاڑی کے شیشے اوپر چڑھائے وہ آنکھوں پر سیاہ چشمہ چڑھا گئی۔

مڑ کر دیکھتی تو پگھل جاتی سو آنکھیں موندے سیٹ سے ٹیک لگا گئی۔

محبت میں وصل کا نصیب پانے کے لیے اچھا یا برا ہونا ضروری نہیں ہوتا۔

کبھی کبھی مہان ہستیاں نصیب میں ہجر پا لیتی ہیں اور کبھی کمزور دل والے وصل پا لیتے ہیں۔

اس کہانی کا انجام بھی کچھ ایسا ہی تھا۔

''اب تو اِس چڑیل کی شادی تک سچ میں نیویارک نہیں جاؤں گا۔'' وہ شیریں کے پاس آ کر کھڑا جاتی ہوئی سیاہ گاڑی کو دیکھ مصنوعی ناراضگی سے کہہ رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

''وہ چاہتی بھی یہی ہے کہ تم کبھی نیویارک نہ جاؤ کیونکہ وہ کبھی شادی کرے گی ہی نہیں۔'' شیریں اُسے بتانا چاہتی تھی مگر کہہ نہیں پائی۔

اگر زکوان کے نصیب میں اِس رخ کی لاعلمی لکھی تھی تو اُسے ایسے ہی رہنا چاہیے تھا۔

وہ تھکن محسوس کرتی اندر کی جانب بڑھ گئی۔

★★★★

ان حویلیوں کی یہی شان ہے کہ ذرا چراغاں کیا جائے تو دور تلک یہ پورے قد و قامت کے ساتھ چمکتی دمکتی نظر آتی ہیں۔

ہندوستان کے نوابوں کا شہر بھوپال جہاں کی مشہور بڑی مسجد کے ذکر سے کون نہیں واقف، وہی پاس میں تعمیر شدہ نوابوں کی اس حویلی کا بھی رات کے اس پہر کچھ ایسا ہی سماں تھا۔

www.novelsclubb.com

برقی قمقموں سے سجی ہرے بھرے سبزہ زار سے گھری یہ لال حویلی یہاں کے بڑے نواب حسین علی کا قیمتی ورثہ ہے جہاں اب اُن کے دو بیٹوں مصطفی علی اور سکندر علی کا گھرانہ بھی آباد ہے۔

اس شہر کی سب سے خاص بات ہے یہاں کی پرانی روایات جہاں آج بھی آباد نواب خاندانوں کا یونہی شاہی انداز میں احترام واستقبال کیا جاتا ہے۔

جشن اگر حویلی میں ہوتا ہے تو جشن کا سماں اس پورے شہر پر چھایا ہوا نظر آتا ہے۔

بیرونی حصہ مکمل طور پر سرخ اینٹوں سے بنے ہونے کے باعث اس حویلی کو یہاں کے مقیم لال حویلی کا لقب دینے لگے تھے۔

وقت بھی رات کا تھا اور کچھ دیے اور چراغوں سے سجائی گئی اس لال حویلی سے برستے رنگ ونور کی آب وتاب۔آس پاس کے باغات میں ننھے ننھے جگنوؤں کی پرنور جگمگاہٹ اور اندر مین ہال میں ہوتے مہندی کے جشن کی پررونق فضا۔

ہر سو اک سحر سا چھایا ہوا تھا

www.novelsclubb.com

مگر۔۔۔۔

اس حویلی کے پچھلے صحن کے پار آج نہ اندھیرا تھا۔

نہ سناٹا۔۔۔

اور نہ وہ خاموشی لیے یاسیت۔۔۔

آج یہاں بھی برقی قمقموں سے روشنی کی گئی تھی۔

یہاں بھی ہر سو چراغاں تھا۔

آج یہاں لال حویلی کی نواب بیگم رخصت ہو کر آنے والی تھیں۔

★★★★

وہ مہندی لگے ہاتھوں کو مسکرا مسکرا کر دیکھ رہی تھی۔

"سنا ہے مہندی کے رنگ سے پتا لگ جاتا ہے کہ شوہر اپنی بیوی سے کتنی محبت کرتا ہے۔"

www.novelsclubb.com

بالکنی میں اترتی رات نے اندر داخل ہوتے زکوان کو دیکھا تو ہوا سے خوب استقبال کیا۔

اس کی آواز پر بے ساختہ شیریں کے گالوں پر لالی سی اترنے لگی۔

وہ اس کے دائیں جانب آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

مسکرا کر اس نے ساتھ کھڑے شخص کو دیکھا۔

مان بھری نظروں سے۔۔۔

فخر سے۔۔۔

بے پناہ محبت سے۔۔۔

اُسے جو آج سے صرف اسکا تھا۔۔۔

برسوں بعد کچھ اس کا اپنا تھا۔

وہ اسکا بیسٹ فرینڈ۔۔۔آج اس کے ساتھ اس کے شوہر کی حیثیت سے کھڑا تھا۔

ہفتہ ہو گیا تھا ان کے نکاح کو۔۔۔

www.novelsclubb.com

آج مہندی اور اگلے روز بارات اس حصے سے حویلی کے پچھلے حصے کو جانی تھی۔

وہ آج سرشار سی ساتھ کھڑے شخص کے دل میں اترتی جا رہی تھی۔

''ہماری مہندی کا رنگ تو پھر پھیکا ہو گا زکوان۔''اس نے سنہری کانچ آنکھوں سے زکوان کی طرف دیکھ کر کہا تو وہ چونکتا اس کی طرف مکمل رخ پھیر گیا۔

''کیوں بھئی۔۔۔میں تو تم سے اتنی محبت کرتا ہوں کہ۔۔۔''

''کہ۔۔۔؟''کانچ سی سنہری آنکھوں کی شرارت اب اس کی سمجھ میں آئی تھی۔

''کہ اب میں جا رہا ہوں۔''وہ بھی آخر ہونے والا نواب تھا۔

جانے کو مڑا تو مہندی لگے ہاتھوں سے ہی اس کے سفید کرتے کے بازو کو تھامتی وہ اسے جانے سے روک گئی۔

''ہماری مہندی کا رنگ جتنا بھی گہرا ہو جائے نواب صاحب۔۔۔سچ تو یہی ہے کہ ہم آپ سے کئی زیادہ آپ سے محبت کرتے ہیں۔''مہندی شاید تھوڑی گیلی رہ گئی تھی۔

www.novelsclubb.com

نشان زکوان کے بازو پر پڑ چکے تھے۔

مگر وہ اس قدر خوبصورت اعتراف کے بعد کہاں دیہان دے پاتا۔

برسوں بعد اس نے وہ سنا تھا جسے سننے کو وہ ہمیشہ ناممکن سمجھتا آیا تھا۔

"تھینک یو شیریں سکندر۔۔۔ تھینک یو ونس اگین۔۔۔" آہستہ سے اس کے دونوں ہاتھ تھامے اپنی پیشانی اس کی پیشانی سے ٹکائے وہ اس اعتراف پر نہایت مشکور دکھائی دے رہا تھا۔

لال حویلی پر سے کچھ اور بوجھ سرکنے لگا۔

فضاؤں نے۔۔۔

ہواؤں نے۔۔۔

اور پاس کھڑی محبت نے آج دل کھول کر ان دونوں کی نظر اُتاری تھی۔

اس اعتراف کا گواہ بننے کے بعد۔۔ اب چاند بادل کی اوٹ میں چھپ چکا تھا۔

www.novelsclubb.com

یہ وقت۔۔۔ یہ لمحہ اور آنے والی زندگی اب ان دونوں کی تھی۔

زکوان اور شیریں کی۔۔۔۔

دور نیویارک کے فرنشڈ اپارٹمنٹ کی بالکنی میں کھڑے وجود نے موبائل سکرین پر موجود تصویر کو دیکھا تو نم آنکھوں سے مسکرا دی۔

آج اس کے دوست کی شادی تھی۔

اور اس کی محبت کا جنازہ۔۔۔

آہ لگ جانے کے خوف سے اس نے ان دونوں کی تصویر کی بے ساختہ نظر اُتاری اور آنکھیں موندے ریلنگ سے ٹیک لگاتی وہی بیٹھ گئی۔

آنسو اس نے حلق سے اندر اُتار لیے تھے۔

بہہ جانے والے آنسو نجانے بہہ کر کس رخ کو جائیں۔۔۔

وہ زندگی میں جو ہمیشہ رسک لیتی تھی۔۔۔

www.novelsclubb.com

محبت میں اس نے اب رسک لینا چھوڑ دیے تھے۔

محبت اب اس کے لیے دیارِ رخصت تھی۔

باپ کے گھر کی طرح۔۔۔

لال حویلی کی طرح۔

★★★★

کہنے کو کوئی شاعر اسے دیوان عشق بھی کہہ دے لیکن

جسے رخصت کے سوا کچھ نا ملے وہ دیارِ رخصت ہی سہی

ختم شدہ۔

www.novelsclubb.com